ISSN 1992-5018

ISLAMABAD LAW REVIEW

Quarterly Research Journal of Faculty of Shariah& Law, International Islamic University, Islamabad

Volume 2, Number 3&4, Autumn/Winter 2018

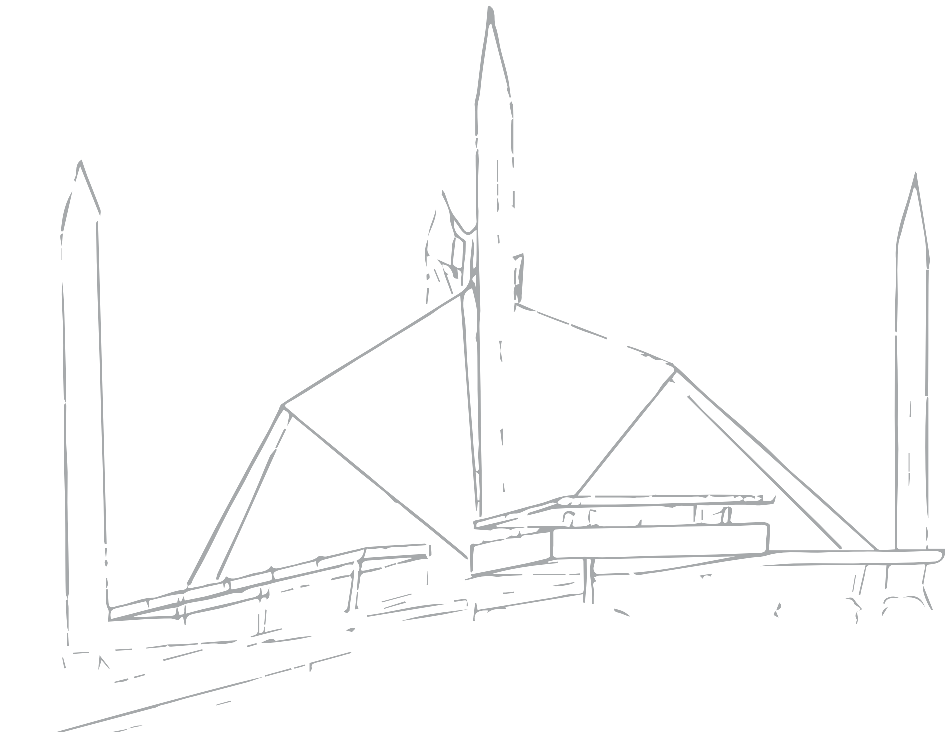

پاکستان میں سود کے خاتمے کے لیے دستوری اداروں کی کوششوں کا تجزیاتی مطالعہ

Analysis of the efforts made by Constitutional Institutions for Elimination of *Ribā* from Pakistan

حبیب الرحمن*

محمد اصغر شہزاد**

Abstract

In order to eliminate Ribā with its all forms from the economy of the Islamic Republic of Pakistan, several efforts have been made at both the institutional and individual levels. This paper aims to highlight and evaluate the role of constitutional institutions in the elimination of Ribā. *The paper specifically focuses on the efforts made by the Legislative Assemblies, Judiciary particularly Federal Shariat Court (FSC), Shariat Appellate Bench (SAP) of the Supreme Court, Council of Islamic Ideology and the State Bank of Pakistan in this regard. The paper has also summarized the historical Judgments rendered by FSC and SAP on* Ribā. *The paper concludes that all the objections raised by the proponents of* Ribā *have satisfactorily been addressed both at FSC and SAP. The paper argues that the Parliament should legislate in a comprehensive manner by taking into consideration the Judgments of the higher judiciary.*

Key Words: *Ribā, Federal Sharit Court, Shariat Appellate Bench, Supreme Court of Pakistan, CII*

تعارف

بیسویں صدی کے اوائل سے صدی کے تقریباً نصف تک دنیا بھر میں مختلف قسم کے سیاسی نظریات اور انسانی زندگی میں ریاست کا کردار موضوع بحث بنا رہا۔ بیسویں صدی کے وسط سے صورت حال بدلنا شروع ہوئی اور سیاست کی جگہ معیشت کے مسائل اہل علم کی توجہ کا مرکز رہے۔ گذشتہ چند عشروں سے مسلمان اپنی زندگیوں

اس مضمون کا ابتدائی مسودہ تین روزہ قومی کانفرنس بعنوان **"پاکستان میں قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عمل: دستوری اداروں کے کردار کا جائزہ"** زیر انتظام شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد منعقدہ **۲۶-۲۸ فروری ۲۰۱۹**ء میں پیش کیا گیا۔

* صدر شعبہ تربیت / اسسٹنٹ پروفیسر، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (habib-rehman@iiu.edu.pk)

** لیکچرار شعبہ تربیت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (asghar.shahzad@iiu.edu.pk)

کی اسلامی اصولوں کی بنیاد پر تعمیرِ نو اور اسلامی تشخص کے احیاء کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان دنیا کی وہ واحد مملکت ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے بینک دولت پاکستان کے افتتاح کے موقع پر جو خطاب فرمایا اس میں بڑی وضاحت سے فرمایا کہ ہمیں اسلام کے سماجی انصاف کے نظام کو قائم کرنا ہے اور اس سلسلے میں سود سے پاک معیشت کا نقشہ تیار کرنے کے لیے آپ نے جو شعبہ تحقیق قائم کیا ہے، میں اس کی کوششوں اور نتائج کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔

اس طرح آغاز ہی سے اس نوزائیدہ ریاست کی درست سمت کا تعین ہو گیا اور قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے مختلف سطحوں پر اقدامات کیے گئے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام طے پانا، اسلام کا سرکاری مذہب قرار پانا اور قرارداد مقاصد کی آئین میں شمولیت اس کے چند نمائیاں پہلو ہیں۔ آئین میں یہ شق ہر دستور میں موجود ہے کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا تاہم عملاً یہ شق بے اثر تھی، اس پر عملدرآمد اس وقت شروع ہوا جب ۱۹۷۹ء میں آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے باب ۳ (الف) کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بینچ، سپریم کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔ اس طرح وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار مل گیا کہ وہ پاکستان میں رائج کسی بھی قانون کا قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں جائزہ لے کر فیصلہ دے کہ وہ اسلام کے منافی تو نہیں ہے؟ وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے پر اگر کسی کو اطمنان نہ ہو تو وہ اس فیصلے کے خلاف عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلیٹ میں اپیل کر سکتا ہے۔ اور یہ بینچ بھی اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ فلاں قانون قرآن و سنت کے منافی ہے تو حکومت کو قانون کی تبدیلی کے لیے کچھ مدت دی جاتی ہے، اس عرصہ میں عدالت کے فیصلے کے مطابق نئی قانون سازی کرنا حکومت کے لیے لازم ہو جاتا ہے۔ حکومت اس عرصہ میں قانون سازی نہ کر سکے تو وہ قانون شرعی عدالت کی دی ہوئی تاریخ سے قالعدم قرار پاتا ہے۔

پاکستان کے ہر دستور نے (۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء) ربا سے معیشت کو پاک کرنے کے ہدف کا اعادہ کیا اور اسے قومی مقاصد میں شامل کیا۔ اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل کی ہر رپورٹ میں ربا کی ہر صورت کو ختم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ زیر نظر مقالہ میں مختلف دستوری اداروں کی ان کاوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے جو اب تک سود کے خاتمے کے لیے کی گئی ہیں۔ ان میں پارلیمنٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلیٹ بینچ کی کوششوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس حد تک یہ سفر طے ہو چکا ہے اور کس قدر ابھی کام کرنا باقی ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ

سود کے موضوع پر مختلف پہلوؤں سے کام کیا گیا ہے مثلاً بلا سود بینکاری، ربا سے پاک معیشت، حرمت ربا، تجارتی سود کی حرمت، بلا سود معیشت میں سرکاری لین دین، سود سے نجات کے متبادل طریقے اور ان کے نفاذ کی جدوجہد، سود کے ارتقاء کا تاریخی جائزہ، سود اور حکومت کی اسکیمیں، غیر سودی کاونٹر، کیا بلا سود معاشی نظام قابل عمل ہے، سود کی تباہ کاریاں، تجارتی قرضوں پر سود اور اس نوع کے موضوعات پر متعدد علمی کاوشیں ہو چکی ہیں۔(1) البتہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک دستوری اداروں کی سطح پر جو وقیع کاوشیں ہوئی ہیں ان پر کوئی تفصیلی کام سامنے نہیں آسکا۔ زیر نظر مقالہ میں ان دستوری اداروں کی اب تک کی کوششوں کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

دستوری اداروں کی کوششوں کا جائزہ

ا۔ دستور ساز اسمبلی (وفاقی وصوبائی)

پاکستان کے ہر دستور نے (۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۷۳ء)(2) ربا سے معیشت کو پاک کرنے کے ہدف کا اعادہ کیا اور اسے قومی مقاصد میں شامل کیا۔، دستور پاکستان میں بھی یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ریاست رباء کو جتنی جلد

---

(1) ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، **غیر سودی بنکاری**، اشاعت دوم۔ اسلامک پبلی کیشنز، 1975ء۔ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد: ربوا مضاربیت۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء: ''ربوا کی شرعی حقیقت''، **مجلہ فقہ اسلامی**، مرتب مجاہد الاسلام قاسمی۔ نئی دہلی، اسلامی فقہ اکیڈمی، ۱۹۹۰ء، ص ۴۰۳۔ ۴۲۳۔ بستوی، عتیق احمد ''سود اور غیر سودی بینک کاری''، **الفرقان** (لکھنؤ) ۵۷: ۱۱ (نومبر ۱۹۸۹ء) ۱۵۔ ۲۱۔ محمد اکرم خان، **بلاسود بنکاری**، لاہور، مرکز تحقیق ودیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۸۳ء۔ محمد تقی عثمانی، ''سود اور حکومت کی اسکیمیں''، البلاغ (کراچی) ۶: ۸ (اکتوبر ۱۹۷۲)۔ محمد تقی عثمانی، ''غیر سودی کاونٹر''، بینات (کراچی) ۳۸: ۵ (اپریل ۱۹۸۱ء)۔

(2) وفاقی شرعی عدالت نے اس حوالے سے درج ذیل تبصرہ کیا ہے:

As to interest, Pakistan's Constitution, 1956 provides that the State shall endeavor to eliminate *Ribā* as early as possible (Art.28-F), but no effort was make to realize that objective. In 1962 Constitution, it was again, provided in the principles of policy (No. 18) that *Ribā* (usury) should be eliminated Similar provision was again made in the Constitution of 1973, (Art. 38-F)"[PLD 1992, Vol XLIV, FSC, p51].

ممکن ہو ختم کرے گی۔[3] پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے جو کہ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی۔یہی وجہ ہے کہ جس کی بنیاد پر ملک خداداد کو متحدہ ہندوستان سے الگ کیا گیا لہذا اس ریاست میں اسلامی نظام کا نفاذ نہایت ضروری ہے جس کے بارے میں خود بانی پاکستانؒ نے جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج، پشاور کے جلسہ میں حصولِ پاکستان کا مقصد بیان فرمایا:

> We did not demand Pakistan just for the sake of a piece of land. Instead, we wanted to obtain such a laboratory, where we can adopt the Principles of Islam.

> ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کے حوالے سے مختلف سطحوں پر اقدامات کیے گئے۔ ۱۹۵۲ء میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے دستور کی اسلامی حیثیت ماننے کے لئے بائیس نکات دئے۔ پاکستان میں تمام دساتیر میں ان بائیس نکات کی روشنی میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ مثال کے طور پر سربراہ ریاست کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ضروری قرار دی گئی۔ ۱۹۷۴ء میں دستوری ترمیم کے ذریعے ”مسلمان“ کی تعریف بھی دستور میں شامل کی گئی۔ جس کے تحت نہ صرف قادیانی بلکہ بہائی بھی غیر مسلم قرار پائے۔ دستور کی دفعہ ۲ کے تحت قرار دیا گیا کہ اسلام پاکستان کا ”ریاستی مذہب“ ہے۔ دفعہ ۲۲۷ کے تحت قرار دیا گیا کہ ” تمام قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا،۔۔۔ اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔“[4] اس مقصد کے لئے پارلیمنٹ کی رہنمائی کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل بھی تشکیل دی گئی۔[5]

---

(3) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، (ترمیم شدہ لغایت ۲۸ فروری ۲۰۱۲ء) ۳۸ (و)۔

(4) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ۲۲۷ (۱)۔

(5) اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان کا آئینی ادارہ ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں جب شق نمبر ۲۲۷ شامل کی گئی جس کے مطابق پاکستان میں کوئی بھی قانون قرآن وسنت کے مخالف نہیں بنایا جائے گا تو عملاً اس کا باقاعدہ نظام وضع کرنے کی غرض سے اسی آئین میں دفعہ نمبر ۲۲۸، ۲۲۹ اور ۲۳۰ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ۲۰ اراکین پر مشتمل ایک آئینی ادارہ بھی تشکیل دیا گیا جس کا مقصد صدر، گورنر یا اسمبلی کی اکثریت کی طرف سے بھیجے جانے والے معاملے کی اسلامی حیثیت کا جائزہ لے کر 15 دنوں کے اندر اندر انہیں اپنی رپورٹ پیش کرنا تھا۔ شق نمبر ۲۲۸ میں یہ قرار دیا گیا کہ اس کے اراکین میں جہاں تمام فقہی مکاتبِ فکر کی مساوی

مختلف صوبائی اسمبلیوں میں امتناعِ سود کے حوالے سے قانون سازی کی گئی جن میں پنجاب، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان اسمبلی میں نجی طور پر کاروبار اور قرض پر سود کے امتناع کا بل پیش کیا گیا اور منظوری کے بعد اسے باقاعدہ ایکٹ کی شکل دی گئی۔ پنجاب اسمبلی سے یہ ایکٹ بعنوان (The Punjab Prohibition of Private Money Lending Act 2007, Act VI of 2007) منظور ہوا۔ یہ ایکٹ نو دفعات پر مشتمل ہے۔ تمہید میں ایکٹ کا عنوان اور ایکٹ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کا تعارف ذکر کیا گیا ہے۔ دفعہ ۳ میں نجی طور پر قرض پر سود اور کاروبار میں سودی لین جو جرم قرار دیا گیا ہے اور دفعہ ۴ میں اس قانون کی خلاف ورزی کی سزا تجویز کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دس سال قید اور پانچ لاکھ تک جرمانہ یا بیک وقت دونوں سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ اسے قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت جرم قرار دیا گیا ہے۔[6]

بلوچستان اسمبلی سے ۲۰۱۴ء میں امتناع سود کا ایکٹ پاس ہوا جس کا عنوان (The Balochistan Prohibition of Private Money Lending Act 2014, Act No. 25 of 2014) ہے۔ مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۳ میں نجی طور پر لین دین اور قرض پر سود کی ممانعت کی گئی ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں دس سال تک قید یا دس لاکھ تک جرمانہ یا بیک وقت دونوں سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ سودی لین دین میں معاونت کرنے والے کی بھی یہی سزا تجویز کی گئی ہے۔[7]

اسی نوع کی قانون سازی خیبر پختونخواہ اسمبلی نے ۲۰۱۶ء میں کی جو نسبتاً زیادہ تفصیلی ہے۔ اس ایکٹ میں ۱۶ دفعات ہیں اور اس کی تمہید میں ریاست کی آئینی ذمہ داری ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

نمائندگی ضروری ہوگی وہاں اس کے کم از کم چار ارکان ایسے ہوں گے جنہوں نے اسلامی تعلیم و تحقیق میں کم و بیش 15 برس لگائے ہو اور انہیں جمہوریہ پاکستان کا اعتماد حاصل ہو۔

(6) مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:
The Punjab Prohibition of Private Money Lending Act 2007, (Act VI of 2007).

(7) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
The Baluchistan Prohibition of Private Money Lending Act 2014, (Act No. 25 of 2014).

WHEREAS the injunctions of Islam, as laid down in the Holy Qur'ān and *Sunnah,* have explicitly and unequivocally prohibited charging interest on loans and have declared war against those who do not abandon interest;

AND WHEREAS the constitution of the Islamic Republic of Pakistan obliges the State to take steps to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may enabled to understand the meaning of life according to the Holy Qur'ān and *Sunnah;*(8)

یعنی قرآن وسنت نے صراحتاً قرض پر سود لینے سے منع کیا ہے اور سودی لین دین کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ قرار دیا ہے۔ دستوری لحاظ سے ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے کہ لوگ قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

خیبر پختونخواہ امتناعِ ربا ایکٹ کے اہم نکات

دفعہ ۱ میں ایکٹ کا عنوان اور ۲ میں اصطلاحات کی وضاحت میں دفعہ تین میں وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی فرد یا گروہ سود (انٹرسٹ) کے حصول کے لیے کسی فرد کو کوئی قرض یا رقم نہیں دے سکتا اور نہ ہی سودی لین دین (کاروبار) کرے گا۔ خلاف ورزی کی صورت میں ۳ سے ۱۰ سال تک قید کی سزا اور دس لاکھ تک جرمانے کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ سودی لین دین میں معاونت کرنے والے شخص کی بھی یہی سزا تجویز کی گئی ہے مزید یہ کہ اسے ناقابل دست اندازی پولیس، ناقابل ضمانت اور ناقابل صلح جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایکٹ کے نفاذ سے پہلے کے سودی معاملات کو کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ دفعہ ۱۰ میں یہ قرار دیا گیا کہ اگر کسی نے مذکورہ ایکٹ (قانون) کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اصل زر پر (قرض) زائد رقم وصول کر لی تو اسے عدالت اصل زر میں شامل کر دے گی۔ اور اگر قرض خواہ اصل زر سے زائد وصول کر چکا ہے تو وہ زائد رقم مقروض کو واپس کروائی جائے گی۔

(8) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
Khyber Pakhtunkhwa Prohibition of Interest on Private Loans Act, 2016.

مذکورہ بالہ تینوں صوبائی اسمبلیوں کے علاوہ اسی نوع کی کوشش قومی اسمبلی میں بھی جاری ہے۔ قومی اسمبلی میں ۲۰۱۹ء کے دوران ایم بل بعنوان (A Bill further to amend the fiscal laws to eradicate "Interest/Riba") متعارف کیا گیا ہے جو مختلف مراحل سے گزرنا باقی ہے۔

۲. اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار

ملکی معاشیات سے سود کے خاتمے اور متبادل نظام کے لیے ایک صدارتی حکم نامہ کے ذریعے اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ ہدایت ہوئی جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ملک میں سود سے پاک معاشی نظام کا خاکہ تیار کرے۔ اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ تین سال کے بعد پاکستان میں سود کا لینا اور دینا قطعاً ممنوع ہو گا۔ مزید برآں تحدید وقت سے متعلق اس اعلان کو آئین پاکستان میں اس ترمیم کے ذریعے آئینی حیثیت بھی دے دی گئی جس میں کہا گیا کہ مالی امور سے تعلق رکھنے والے قوانین آئندہ صرف تین سال تک شرعی عدالتوں کے اختیارات سماعت سے باہر رہیں گے۔[9] اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی تشکیلِ نو کے فوراً بعد ستمبر ۱۹۷۷ء کو صدر پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بلا سود نظام معاشیات کے لیے ایک خاکہ بنانے کے لیے کہا۔ نومبر ۱۹۷۷ء میں اسلامی نظریاتی کونسل نے بنکرز اور ماہرین معاشیات کا ایک پینل مقرر کیا تاکہ اپنی سفارشات تیار کرے۔ ماہرین بنک پر مشتمل اراکین نے ایک ذیلی کمیٹی بنائی جو تجارتی بنکنگ کے بارے میں طریقہ کار بنائے اور اس ذیلی کمیٹی نے جنوری ۱۹۷۸ء کو اپنی رپورٹ دے دی۔ فروری ۱۹۸۰ء میں پینل نے اپنی مکمل رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل کو دے دی جسے کچھ ترمیمات کے بعد جون ۱۹۸۰ء میں کونسل نے منظور کر لیا۔ اپریل ۱۹۷۹ء میں بنک دولت پاکستان نے چھ ورکنگ گروپ قائم کیے تاکہ معاملہ کا جائزہ لے کر تمام معیشت کو سود سے پاک کرنے کی تجاویز دیں جو انہوں نے دسمبر ۱۹۷۹ء میں دے دیں۔ قومی تجارتی بنکوں میں بلا سود بنکاری کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے پاکستان بنکنگ کونسل نے ایک اعلیٰ ٹاسک فورس قائم کی جس نے اپنی رپورٹ ۱۹۸۰ء میں دے دی۔

---

(9) اسلامی نظریاتی کونسل، **رپورٹ بلاسود بنکاری**، ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ص ۱۰۔

ان تیاریوں کے بعد تمام قومیائے گئے تجارتی بنکوں کی ۷۰۰۰ شاخوں نے یکم جنوری ۱۹۸۱ کو نفع ونقصان کی بنیاد پر کھاتے کھول کر مختلف رقوم جمع کرنی شروع کر دیں۔ یہ دن بنکنگ کی تاریخ کا یادگار دن رہا اس تبدیلی کا مقصد صرف طریقہ کار کی تبدیلی نہیں تھا بلکہ معاشی نظام کی تبدیلی تھی، نفع ونقصان کے کھاتوں پر جون ۱۹۸۴ء تک بنکوں نے ۲۲۰۰۰ ملین روپے جمع کیے جو اس بات کی دلیل تھی کہ لوگ اس نظام پر اعتماد کرتے ہیں۔ جون ۱۹۸۴ء کو وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ کی تقریر میں سودی نظام کے خاتمے کے ٹائم ٹیبل کا اعلان کیا، بنک دولت پاکستان نے بنکنگ کمپنیز آرڈیننس ۱۹۶۲ء کے تحت شعبہ بنک کنٹرول کے ذریعے ۲۰ جون ۱۹۸۴ء کو ہدایات جاری کیں۔

نفع ونقصان کے شراکتی کھاتوں سے جمع ہونے والے فنڈ کے استعمال کے لیے بنک دولت پاکستان نے وقتاً فوقتاً درج ذیل ہدایات جاری کیں:

جنوری ۱۹۸۱ء میں (سرکلر نمبر ۲۶ بنکنگ کنٹرول ڈیپارڈمنٹ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۰ء)

۳. اجناس کی خریداری کے لیے استعمال مرکزی یا صوبائی حکومت

۴. ایکسپورٹ بل جو کہ لیٹر آف کریڈٹ کی خریداری کے لیے

۵. سٹاک شئیر کی خریداری، این آئی ٹی، آسی پی یا ٹرم فنانس سرٹیفکیٹ

۶. ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے لیے مارچ ۱۹۸۱ء میں

۷. اندرون ملک بل بالمقابل لیٹر آف کریڈٹ خریداری / فروخت

۸. ٹریڈنگ کے لیے مالیاتی رائس ایکسپورٹ کارپوریشن، کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن، ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان

۹. درآمدات کے بل، لیٹر آف کریڈٹ کے تحت جولائی ۱۹۸۲ء میں مشارکہ (شراکتی نفع ونقصان کے لیے) لیزنگ کے لیے۔ کرایہ وہ خرید کے کاروبار کے لیے۔ نومبر ۱۹۸۲ء میں مضاربہ سرٹیفکیٹ میں سرمایہ کاری

۱۰. انسداد سود میں اعلٰی عدلیہ کا کردار

بعد ازاں ۱۹۷۷ء کے بعد عدالت ہائے عالیہ میں شریعت بنچ قائم کئے گئے جو کہ بعد میں ختم کر کے ان کی جگہ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جسے یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اسلامی شریعت سے متصادم قوانین کو تصادم کی حد تک کالعدم قرار دے۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف جب سپریم کورٹ میں اپیل کی جاتی ہے تو اس کی

سماعت کے لئے خصوصی شرعت اپیلیٹ بنچ قائم کی گئی ہے۔وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بنچ دونوں میں علماء جج بھی تعینات کئے جاتے ہیں۔ابتداء (۱۹۸۰ء)میں وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے مندرجہ ذیل چار قسم کے قوانین خارج کر دیے گئے:

أ. دستور

ب. عدالتوں کے طریق کار سے متعلق قوانین

ج. مسلم شخصی قوانین

د. مالیاتی امور سے متعلق قوانین

ان قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے خارج کرنا محض ایک انتظامی فیصلہ تھا، جس سے مراد ہر گز یہ نہیں کہ یہ قوانین شریعت پر بالادست ہیں۔ مالیاتی امور سے متعلق قوانین کو ابتداء میں ۲ سال پھر ۵ سال اور پھر ۱۰ سال کے لئے وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ سماعت سے باہر رکھا گیا۔یہ مدت ۱۹۹۰ء میں پوری ہو چکی ہے۔اس لئے عدالت اب ان قوانین کا جائزہ لے سکتی ہے۔سود ایک معاشی ناسور ہے جس کی حرمت قرآن و سنت میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت اور عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بینچ سنہ ۱۹۷۹ء کے آئینِ پاکستان کے باب A-3 کے تحت وجود میں آئے، تاہم اس کے دائرہ کار کو آرٹیکل 203-B کے تحت محدود کر دیا گیا۔

> It cannot examine the constitution, Muslims personal law, any law relating to the procedure of the court or tribunal or any fiscal law or any law relating to levy and collection of taxes and fees or banking insurance practice or procedure.

ابتداً مالیاتی قوانین کو تین سال کے لیے وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ سماعت سے خارج کیا گیا پھر تین مختلف اوقات میں ۱۹۹۰ء تک توسیع کی جاتی رہی۔عام طور پر وفاقی شرعی عدالت حدود قوانین کے خلاف اپیلوں کی سماعت تو کرتی رہی لیکن شریعہ درخواستوں کو زیادہ درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔اس لیے اکثر درخواستیں زیر التواء ہی رہیں۔جن امور مثلاً مالی قوانین، بینکاری، انشورنس قوانین اور ضابطے کے قوانین وغیرہ کو دائرہ سماعت سے ایک مختصر مدت کے لیے خارج کیا گیا تھا جب وہ مدت ختم ہو گئی تو وفاقی شرعی عدالت کے سامنے ایک بڑا چیلنج یہ تھا کہ اب ان کا جائزہ لے کر ان کی شرعی حیثیت کا تعین کرے۔ ۱۹۹۰ء جب یہ پابندی ختم ہوئی تو ۱۱۵ مختلف

درخواستوں میں ۲۰ کے قریب ایسے قوانین کو چیلنج کیا گیا جن میں سودی لین دین کا ذکر تھا۔اس عرصہ میں وفاقی شرعی عدالت نے شرعی اصولوں کی روشنی میں بعض قوانین مثلاً سی ڈی اے ایکٹ، سروس سے متعلق قوانین، سندھ کوآپریٹو ہاؤسنگ اتھارٹی آرڈیننس، پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس، زکوٰۃ و عشر آرڈیننس، پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس، پاکستان آرمی ایکٹ اور وقف لینڈ ریفارمز ریگولیشنز وغیرہ۔ بنک کے سود سے متعلق درخواست (پٹیشن) ۱۹۹۰ء میں دی گئی جس کا وفاقی شرعی عدالت نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو فیصلہ دے دیا، لیکن اس کے خلاف ۱۹۹۰ء کے اوائل میں عدالت عظمیٰ کے شریعت ایپلیٹ بینچ میں اپیل کر دی گئی جو کہ ۱۹۹۹ء تک زیر التوار ہی۔

وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے اہم نکات

۲۶ جون ۱۹۹۰ء کو جب وفاقی شرعی عدالت کو مالیاتی قوانین کا جائزہ لینے کا اختیار سماعت مل گیا تو وفاقی شرعی عدالت میں سود کے خلاف ۱۱۵ درخواستیں (شریعت پیٹیشنز) دائر کی گئیں اور تین از خود نوٹس لیے گئے۔ان درخواستوں میں متعدد مالیاتی قوانین میں انٹرسٹ سے متعلق دفعات کو قرآن وسنت سے منافی ہونے کی وجہ سے چیلنج کیا گیا۔ان تمام درخواستوں کو عدالت نے یکجا کر کے سود کے ناجائز ہونے کا فیصلہ دیا۔ابتداء میں عدالت نے سود سے متعلق سوالنامہ (10) تیار کیا جو جید علمائے کرام، ماہرینِ اقتصادیات و بینکاری کو ارسال کیا گیا۔عدالت نے معروف وکلا، اسکالرز اور علما کا نقطہ نظر اسلام آباد اور کراچی رجسٹری میں سنا۔

---

(10) سوالنامہ میں مندرجہ ذیل سوالات پوچھے گئے:

اَ. قرآن وسنت کی روشنی میں ربا کی تعریف کیا ہے، موجودہ دور میں جو مالی لین دین ہوتا ہے اس میں آیا سودِ مفرد ہے یا مرکب؟ آیا اس پر ربا کا اطلاق ہوتا ہے؟

ب. اگر بلا سود بینکاری کا آغاز کیا جائے تو اسلامی احکام کے مطابق اس کی عملی شکل کیا ہو گی؟
(i) حکومت قومی ضروریات کے لیے جو قرضے لیتی ہے اور اس پر جو انٹرسٹ دیتی ہے کیا اسے بھی ربا کہا جائے گا؟
(ii) اگر بنک مختلف ضروریات کے لیے بلا سود قرض دے تو اس کے متبادل کیا صورتیں تجویز کی جا سکتی ہیں؟

ت. اسلامی احکام کی روشنی میں نجی اور سرکاری شعبے میں چلنے والے بنکوں سودی لین دین کے حوالے سے کوئی فرق کیا جا سکتا ہے؟

ث. (i) اسلامی احکام کی روشنی میں سرمائے کو عامل پیدائش مان کر اس کے استعمال پر اجرت لی جا سکتی ہے؟
(ii) آیا افراط زر کا قرضوں کی ادائیگی پر کوئی اثر مرتب ہو گا جبکہ وہ قرض کرنسی کی قیمت کم ہونے سے پہلے لیا گیا ہو؟
(iii) افراط زر کی وجہ سے عام اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ یا سونے کی قیمت میں اضافے کا قرض رقم پر کوئی اثر مرتب ہو گا؟

ج. موجودہ دور میں سود پر مبنی بینکاری کی سہولت حاصل کیے بغیر اندرون اور بیرون ملک تجارت کی متبادل صورتیں کیا ہو سکتی ہیں؟

دلائل

منصور احمد ایڈوکیٹ نے پاکستان بنکنگ ڈیلیگیشن کی طرف سے ایک تحریری رپورٹ بھی عدالت میں جمع کراوئی جس میں نیشنل بنک آف پاکستان کے ڈاکٹر نسیم احمد، ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی (ڈپٹی اٹانی جنرل حکومت پاکستان)، عبداللطیف جائنٹ سیکرٹری کمپنی لا حکومتِ پاکستان، صفوان اللہ سینئر ایگزیکٹیو نائب صدر بنکرز ایکویٹی لمیٹڈ۔ اس وفد کو حکومت پاکستان کی طرف سے مختلف مسلمان ممالک میں اس غرض کے لیے بھیجا گیا تھا کہ ان کے نظام بینکاری اور نظام مالیات کا تفصیلی جائزہ لے کر ایک رپورٹ پیش کرے۔ منصور احمد ایڈوکیٹ نے اس وفد کے ممبر کی حیثیت سے دلائل دیے اور اپنا موقف پیش کیا۔ ان کے علاوہ دیگر اسکالرز/وکلا/علماء/ ماہرین اقتصادیات وبینکاری کا موقف اور دلائل حسب ذیل ہیں:

نمبر شمار	سکالرز/وکلا/علماء/ماہرین اقتصادیات وبینکاری	موقف اور دلائل
	جناب منصور احمد ایڈوکیٹ	The Bank interest is banned in Islam, the Bank may, however, run their business on profit/loss sharing or *Muḍārabah* ... Almost all the Muslim economists and scholars whom the delegation met were of the view that "time-related fixed monetary return on a loan, however, conceived or planned, falls to be considered as *Ribā* prohibited in Islam"

ح. دو مسلمان ممالک یا مسلم اور غیر مسلم کے درمیان سودی لین دین جائز ہے یا نہیں؟

خ. سود کے بغیر بیمہ کے کاروبار کو جاری رکھنا ممکن ہے یا نہیں؟

د. وہ منافع جو پراویڈینٹ فنڈ پر حاصل ہوتا ہے کیا وہ ربا ہے؟

ذ. پرائز بانڈ پر جو پرائیز کی رقم ملتی ہے، سیونگ اکاونٹ میں جو اضافی رقم ملتی ہے یا اسی طرح کی دیگر اسکیموں پر جو رقم ملتی ہے کیا وہ بھی ربا ہے؟

ر. کیا اسلامی قانون کے تحت تجارتی اور صرفی قرضوں میں کوئی اس طرح کا فرق ہے کہ تجارتی قرضوں پر انٹرسٹ لیا جا سکتا ہو جب کہ شخصی حاجات کے لیے لیے گئے قرضوں پر منافع یا انٹرسٹ نہ لیا جا سکتا ہو۔

ز. اگر سود کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے تو اسلام کے مالیاتی نظام میں وہ کون سے عوامل اور محرکات ہیں جن کی بنیاد پر لوگ بچت کریں گے اور ان بچتوں کو کسی معاشی سرگرمی میں لگائیں گے؟

س. کیا اسلامی ریاست زکوۃ وعشر کے علاوہ ٹیکسز لگا سکتی ہے؟

Bank interest comes within the definition of *Ribā* and is banned in Islam in whatever from or for whatever from or for whatever purpose it may be. There is no difference between the consumption loans and productive loans so far as the prohibition of interest in Islam is concerned. He suggested that Merchant Banking is the alternate for the interest free banking system. He further submitted that *Mushārakah* and *Muḍārabah* are workable systems for interest-free banking. He was of the firm view that the interest should be abolished in one-go-	خادم حسین صدیقی(11)	
Ribā (Interest) is prohibited in Islam in all its forms or purposes. Interest-free banking can be established on the basis of *Mushārakah* and *Muḍārabah*.	ڈاکٹر حسن الزمان(12)	
سود مفرد ہو یا مرکب اس کی حرمت پر اجماع ہے، انٹرسٹ اور یویری میں فرق مغربی دانشوروں کی مغالطہ انگیزی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ موجودہ بینکاری نظام کو مشارکہ اور مضاربہ پر استوار کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بچتوں میں کمی اور افراط زر جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے حل بھی تجویز کیے۔	ڈاکٹر محمد عزیر(13)	
Interest is prohibited in all its forms and that usury and interest are one and the same thing. He related the history of Jew merchants who first started charging interest in the western countries in sixteenth century and developed the modern interest bearing capitalistic system. He further enunciated that *Ribā*. In any form it may, is prohibited and all bond schemes wine under *Ribā*. He, however, submitted that some *Ulamā'* or Pakistan were in favour of Prize Bond scheme but when their function was explained to them, they retracted from their earlier view.	ڈاکٹر فیض محمد(14)	

عدالت نے تمام درخواست گزاروں کے موقف کو بذریعہ وکیل یا براہ راست سنا ان تمام افراد کا موقف یہ تھا کہ اسلام میں بنک انٹرسٹ حرام ہے، زیادہ تر استدلال قرآن کی آیت نمبر ۲: ۲۷۵-۲۷۸ اور بعض عدالتی فیصلوں سے کیا گیا۔ ان آیات کریمہ میں سود کی واضح حرمت کا ذکر ہے اور ان عدالتی فیصلوں(15) میں بھی سود کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے منافی قرار دیا گیا ہے۔

(11) جناب خادم حسین صدیقی معروف بنکار سابق صدر الائیڈ بنک آف پاکستان تھے اور آپ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کردہ اس کمیٹی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں جس کا کام ملک سے سودی نظام کے خاتمے کی سفارشات مرتب کرنا تھا۔

(12) صدر اسلامک بنکنگ ڈویژن، اسٹیٹ بنک آف پاکستان۔

(13) اقتصادی مشیر، نیشنل کارپوریشن آف پاکستان۔

(14) ڈائریکٹر جنرل بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

دوسرے فریق کے دلائل

نمبر شمار	سکالرز/وکلا/ماہرین اقتصادیات و بینکاری	موقف اور دلائل
	خالد اسحاق ایڈوکیٹ[16]	i. بنک اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے وضع کردہ قواعد کے مطابق کام کرتے ہیں اور یہ قواعد اسلامی نظریاتی کونسل سے منظور شدہ ہیں؛[17] ii. بعض قابل ذکر علما و فقہا کی رائے یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے اصل زر میں جو کمی آتی ہے اس کی تلافی کے لیے جو اضافی رقم دی جاتی ہے وہ ربا کے مفہوم میں نہیں آتی؛[18] iii. خالد اسحاق نے جسٹس قدیر الدین احمد کے ایک مضمون کا حوالہ بھی دیا جو روزنامہ جنگ میں ۲۸ نومبر ۱۹۷۸ء کو شائع ہوا؛ iv. قرآن کی اس آیت لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (279) میں ہدایت کی گئی ہے کہ تم کسی پر ظلم نہ کرو جب کہ افراط زر کی صورت میں قرض خواہ کے ساتھ یہ ظلم ہے کہ اسے کم رقم واپس کی جائے؛ v. خالد اسحاق نے اس موقف کہ بنک انٹرسٹ سود نہیں ہے، کو ثابت کرنے کے لیے "نیل الأوطار" سے بعض حوالہ جات پیش کیے۔
	خالد اسحاق ایڈوکیٹ کے موقف پر فاضل عدالت کا تبصرہ	اَ. عدالت نے فاضل وکیل کو یاد دلایا کہ یہ موقف وزارت خزانہ کا ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ اسلامی نظریاتی کونسل کا اپنا موقف نہیں ہے؛[19]

---

(15) Messrs Bank of Oman Limited v. Messrs East Trading Company Limited and others (PLD 1987 Kar. 404), Irshad H. Khan v. Parveen Ajaz (PLD 1987 Kar. 466), Habib Bank limited v. Muhammad Hussain and others (PLD 1987 Kar. 612 at629).

(16) خالد اسحاق ایڈوکیٹ نے نیشنل بنک آف پاکستان اور سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن کی طرف سے دلائل دیے

(17) The banks in Pakistan are working within the framework of banking instruments prescribed by the State Bank, with the approval of Council of Islamic Ideology, as valid Islamic instruments.

(18) There is a considerable juristic opinion available to the fact that an increase to offset the inflation would have legal justification and would not be counted as ribs.

		ب. عدالت نے کہا کہ جسٹس قدیر الدین کے مضمون کا جسٹس تنزیل الرحمٰن تفصیلی جواب دے چکے تھے؛ ت. قرآن کی اس آیت کریمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے عدالت نے یہ کہا کہ فاضل وکیل نے ربا کے حوالے سے ظلم کا مفہوم درست نہیں سمجھا۔ کیونکہ یہاں ''لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ'' سے مراد یہ کہ کہ اصل زر سے زائد لینا بھی ظلم ہے اور اصل زر سے کم دینا بھی ظلم ہے۔ راس المال میں قوت خرید کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اصل زر مراد ہے، مزید یہ کہ افراط زر کی صورت میں اگر کرنسی کی قیمت کم ہو جاتی ہے یا کسی وقت بڑھ جاتی ہے تو اس کا قرض لینے والے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ اس صورت حال کا ذمہ دار ہے کہ اسے ظلم قرار دیا جا سکے کیونکہ حالات اس کے قابو میں نہیں ہوتے۔ ث. عدالت نے نیل الأوطار سے متعلق ثانوی مصادر پر اعتماد کرنے کی بجائے ان سے اصل اور مستند مصادر سے حوالہ پیش کرنے کا کہا جس میں فاضل وکیل ناکام رہے۔
	ایس ایم ظفر ایڈوکیٹ (20) حافظ ایس اے رحمٰن ایڈوکیٹ	اَ. فاضل وکلا نے موقف اختیار کیا کہ ریاست پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مالیاتی اداروں اور مالیاتی نظام سے سود کی تمام اقسام کا خاتمہ کرنے کے لیے ضروری اقدامات کرے اور پاکستان کے اقتصادی نظام کی تشکیل نو اسلام کے مقاصد اور اقتصادی نظام کو پیش نظر رکھ کر کرے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے بطور ثبوت شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء کی دفعہ ۸ کا حوالہ دیا؛ ب. دوسری سماعت پر انہی فاضل وکلا نے درج ذیل مزید نکات بھی اٹھائے کہ بعض معاصر علما کے نزدیک پیداواری قرضوں پر جو انٹرسٹ لیا جاتا ہے یہ سود نہیں ہے کیونکہ سود صرف صرفی قرضوں پر ہوتا ہے اور اسلام میں ممانعت صرف صرفی قرضوں پر سود لینے کی ہے کیونکہ اس پر

(19) He was therefore, pointed out that it was the stand of the Government for the Council's view, his attention was invited by the Court to page 73 onwards, wherein the reply appears to have been given by the council of Islamic Ideology to the said ministry, which he regretted to refer and stated that he did not have the complete report with him.

(20) بینکنگ کونسل اور وفاق پاکستان کی جانب سے نمائندہ۔

مقروں کوئی منافع نہیں کماتا۔ بعض علماء افراط زر کی تلافی کے بھی قائل ہیں، مزید یہ کہ عالمی معاشی نظام کی اساس انٹرسٹ ہے اگر ہم اس نظام کو چھوڑ دیں تو ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی۔ انہوں نے وفاق کی طرف سے یہ یقین دہانی بھی کرائی کہ وفاقی حکومت نے ایک کمیشن تشکیل دیا ہے جو سود کے خاتمے کا طریقہ کار اور حکمت عملی تجویز کرے گا اس لیے اس کا انتظار کیا جانا چاہیے؛ ت. تیسری سماعت پر درج ذیل دلائل دیئے: i. پیداواری قرض پر انٹرسٹ سود نہیں ہے کیونکہ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تھا تو اس وقت سود کی یہ قسم مروج ہی نہیں تھی اس دور میں صرف صرفی قرضوں کا رواج تھا؛ ii. سود کی تعریف قرآن و سنت میں نہیں ہے اس لیے یہ متشابہات کی ایک قسم ہے اس لیے موجودہ نظام کو کام کرنے کی اجازت دی جائے جب تک کہ شریعت ایکٹ کے تحت قائم کردہ کمیشن کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہو جاتی اور کمیشن کی سفارشات تک انٹرسٹ کے مسئلے کو مؤخر کر دیا جائے؛ iii. انٹرسٹ کا تعلق پورے اقتصادی نظام سے ہے، اسے ربا قرار دینے سے پہلے افراط زر، کاغذی کرنسی پیپر اور بنکنگ کے بلا سود تصورات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ فاضل وکلا نے اپنے موقف کی تائید میں کچھ تحریری مواد بھی پیش کیا جس میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن (مسلم علیگڑھ یونیورسٹی انڈیا) کا ایک مقالہ بعنوان" اسلام میں تجارتی سود کا ایک مطالعہ" پیش کیا۔ اسی طرح ایک اور مختار نامی سکالر کے مقالے کا بھی حوالہ دیا اور انڈونیشیاء میں منعقدہ ایک کانفرنس کا حوالہ دیا کہ اس میں علماء نے بنک کے انٹرسٹ نہ ہونے پر اتفاق کیا ہے جو کہ ایک طرح کا اجماع سکوتی ہے۔ فاضل وکلانے پروفیسر سید احمد کے ایک مقالہ (21) کا حوالہ دیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ انٹرسٹ کی بعض صورتیں ربا کی تعریف سے خارج ہیں، بعد ازاں انہوں نے شیخ طنطاوی کا فتویٰ(22) بھی پیش کیا۔ این اے جعفری کا مقالہ بھی پیش کیا گیا کہ ربا سے متعلق اجتہاد کی ضرورت ہے اسی طرح سید یعقوب شاہ کے مقالہ (23) میں بھی یہ		

(21) Reflections on the concept and law of *Ribā*.

(22) یہ فتویٰ ستمبر ۱۹۸۹ء میں دیا گیا تھا جس میں حکومتی بچت سرٹیفکیٹ کے بارے میں کہا گیا تھا کہ یہ اسلام میں جائز ہیں۔

(23) Islam and productive Credit.

		بات ثابت کی گئی ہے کہ پیداواری قرضوں کے لین دین کا رواج عہد رسالت ﷺ میں نہیں تھا۔
	ایس ایم ظفر ایڈوکیٹ اور حافظ ایس اے رحمٰن ایڈوکیٹ کے موقف پر فاضل عدالت کا تبصرہ	فاضل عدالت نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے مقالے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ فاضل وکلا کے موقف کی تردید کرتا ہے کیونکہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے تو سر سید احمد خان، ڈپٹی نذیر احمد اور سید طفیل احمد جیسے سکالرز کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ تجارتی سود دراصل ربا ہی کی ایک شکل ہے۔ سید طفیل کا ابتدائی موقف یہی تھا کہ تجارتی سود "ربا" نہیں ہے تاہم انہوں نے بعد میں اس سے رجوع کر لیا اور ایک کتاب میں تفصیل سے دلائل دیئے ہیں کہ یہ ربا ہی ہے۔ مختار کے مقالے سے متعلق عدالت نے کہا کہ انہوں نے تو صرف تجارتی سود سے متعلق دونوں فریقوں کے دلائل ذکر کیے ہیں اور کسی رائے کو ترجیح نہیں دی۔ اسی طرح انڈونیشیاء کی یہ کانفرنس کسی طرح بھی اجماع کی تعریف میں نہیں آتی۔ عدالت نے قرار دیا کہ پروفیسر سید احمد نے اپنے موقف پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی اس لیے ان کی بات میں کوئی وزن نہیں ہے۔ مزید یہ کہ شیخ طنطاوی نے جو فتویٰ دیا ہے اسی میں یہ بات بھی درج ہے کہ مصر کے اکثر علما نے اس فتویٰ کی مخالفت کی ہے اور یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے اہم نکات

فاضل وکلا کی طرف سے جو نکات پیش کیے گئے ان کا تفصیلی جائزہ لینے سے پہلے عدالت نے اس تاریخی پس منظر کا ذکر کیا جو آئینی سطح پر سود کے خاتمے سے متعلق ہے۔ مثلاً ۱۹۵۶ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۸ (ایف) اور ۱۹۶۲ء میں پالیسی کے اصولوں کے تحت (۱۸) کہا گیا ہے کہ Ribā (Usury) Should be eliminated اور ۱۹۷۳ء کے دستور میں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل صرف اس مقصد کے لیے کی گئی تھی کہ وہ مسلمانوں کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق گزار سکیں۔ کونسل ۱۹۶۴۔۶۶ میں یہ قرار دے چکی ہے کہ سود حرام ہے اور موجودہ بنکاری نظام سود پر مبنی ہے۔ ۱۹۶۹ء میں اتفاق رائے سے یہ مسئلہ حل کر لیا گیا تھا لیکن حکومت نے اس پر کوئی توجہ نہیں

دی۔ ۱۹۷۰ء میں اس پر طویل بحث ہوئی اور اسلام کے معاشرتی نظام کے خدوخال واضح کیے گئے لیکن اس حوالے سے کوئی قانون سازی نہ ہو سکی جس کا تقاضہ دستور کرتا ہے جیسا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ میں ہے۔

۱۹۷۷ء میں صدر ضیاء الحق کے دور میں کونسل کی تشکیل نو ہوئی تو انہوں نے کونسل کو ہدایت کی کہ ربا کے خاتمے کے لیے تفصیلی رپورٹ دیں۔ کونسل نے ماہرین اقتصادیات اور بنکاری پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی اس دوران ضیاء حکومت نے سود کے خاتمے کے لیے کچھ مزید عبوری اقدامات بھی کئے مثلاً ہاوس بلڈنگ فنانس کارپوریشن، نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ اور انویسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کو سود سے پاک نفع و نقصان کی شراکت کے اصولوں پر استوار کیا۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو صدر پاکستان ضیاء الحق کی جانب سے ملک سے سود کے خاتمے کے لیے تین سال کا عرصہ مقرر کیا گیا، کونسل نے اپنی حتمی رپورٹ ۱۵ جون ۱۹۸۰ء کو صدر پاکستان کو پیش کی۔ کونسل کی پورٹ کو حتمی شکل دینے کے لیے درج ذیل ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔[24] عدالت نے سود کے خاتمے سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی ان سفارشات اور کاوشوں کو سراہا۔

صدر پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا کہ وہ قرآن وسنت سے متصادم قوانین کا جائزہ لے سکتی ہے مگر مالیاتی قوانین بشمول ربا کو ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۰۳ (بی) کے تحت تین سال کے لیے مستثنیٰ قرار دیا اس طرح یہ قوانین ۲۵ جون ۱۹۸۳ء تک عدالت کے اختیار سماعت میں داخل نہیں تھے۔ بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے اس مدت کو مزید بڑھادیا گیا بعد ازاں یہ مدت ۲۵ جون ۱۹۹۰ء کو ختم ہو گئی۔ وفاقی شرعی عدالت نے ان تمام مباحث کے بعد سو سے متعلق اٹھائے گئے سوالات اور نکات پر بحث شروع کی جن کا خلاصہ ذیل میں ذکر کیا گیا ہے:

ا۔ فیصلے کے آغاز میں سود کا لغوی اور شرعی مفہوم واضح کیا گیا، کیونکہ انٹرسٹ کے حق میں دی جانے والی تمام درخواستوں میں ربا کی تعریف پر اعتراضات کیے گئے تھے۔ عدالت نے اس کا

(24) جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں قائم کی جانے والی اس کمیٹی میں مولانا ظفر احمد انصاری، مفتی سیاح الدین کاکاخیل، مولانا تقی عثمانی، خالد اسحاق ایڈوکیٹ، خواجہ قمر الدین سیہالوی، مولانا محمد حنیف ندوی، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، علامہ سید محمد رضی، مولانا شمس الحق افغانی اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن بحثیت رکن شامل تھے۔

لغوی معنٰی اضافہ، بڑھوتری، اونچی جگہ وغیرہ کیا اور اس کے بعد صراحت کی کہ اضافہ کم ہو یا زیادہ خواہ انٹرسٹ ہو یا Usury سب پر ربا کا اطلاق ہوتا ہے؛

۲. عدالت نے ربا کی تعریف کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے اس کا عبرانی زبان میں استعمال انگریزی کی قانونی اصطلاحات، کتاب النهاية لابن الأثير، أحكام القرآن لابن العربي، ہدایہ، تفسیر کبیر امام رازی، أحكام القرآن از جصاص، تفہیم القرآن مولانا مودودی اور معارف القرآن مفتی محمد شفیع سے ربا کی تعریف ذکر کی ہے؛(25)

۳. عدالت نے لفظ ربا سے متعلق قرآن مجید کے مختلف بیس مقامات کا حوالہ دیا اور جن جن معانی میں ربا کا لفظ استعمال ہوا ان کا بھی ذکر کیا، پھر ان احادیث کا ذکر کیا جن میں ربا کے احکام ذکر کیے گئے ہیں اور یہ بتایا کہ ان میں ربا کس مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں سود کی حرمت کا واضح اعلان فرمادیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں سود کے خاتمے کا آغاز اپنے چچا عباسؓ سے کرتا ہوں کہ عباسؓ کا سود جس کے ذمے ہو اسے معاف کرتا ہوں۔

۴. یہ دلیل بھی دی گئی کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کعبہ کی تعمیر نو کی گئی تو اس میں اعلان کیا گیا تھا کہ سود کی رقم بیت اللہ کی تعمیر میں استعمال نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سود کی قباحت زمانہ جاہلیت میں بھی ذہنوں میں موجود تھی۔

۵. معاہدہ نجران میں جہاں نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو انتظامی اور مذہبی آزادی دی وہاں آپ ﷺ نے ان کے لیے بھی سود کی ممانعت فرمادی تھی۔(26)

---

(25) جس کا حاصل یہ ذکر کیا ہے:

In view of the above discussion, we are of the firm view that the interest charged on loans and given on deposits by the banks falls within the definition of *Riba* and that it makes no difference whether the loan is taken for consumptional purpose or for productive purpose, i.e., for trade, commerce and industry. (PLD 1992, 2, FSC, p.90).

(26) The Christians of Najrān who were highly organized religious people and were more fanatically attached to their faith, sent a delegation to Madīna consisting, among others, of a bishop and a vicar (second Priest). They voluntarily acceded to the said Muslim State of Madīna, as non-Muslim subjects, and obtained a

۶. ربا کی حرمت سے متعلق آیات میں تدریجی نزول کی حکمت عدالت نے یہ بیان کی کہ عربوں کی معاشی اور معاشرتی زندگی میں سودی کاروبار اتنا سرایت کر چکا تھا کہ اسے یک لخت حرام قرار نہیں دیا گیا بلکہ بتدریج حرمت کے احکام دیے گئے۔

۷. جو لوگ قرآن کی اس آیت ''لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً'' کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ سود مرکب حرام ہے اور سود مفرد حرام نہیں ہے، وہ اس تدریج کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور قرآن کی تمام آیات پر غور نہیں کرتے حالانکہ قرآن کی تفسیر کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے گی کیونکہ قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے۔ عدالت نے قرآنی آیات کی تفسیر کے لیے چند بنیادی اصولوں کی نشاندہی بھی کی۔[27]

۸. یہ موقف کہ ''انٹرسٹ معقول حد تک ہو تو جائز ہے اور مبنی بر ظلم ہو تو یہ ناجائز ہے'' کسی طرح بھی درست نہیں ہے کیونکہ قرآن نے دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا اور سود کی ہر شکل کو ناجائز قرار دیا۔ بطور دلیل سورۃ البقرۃ کی ۲۷۸۔۲۸۰ اور المائدہ کی آیت ۴۴ کو پیش کیا۔

عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے اہم نکات

۱۹۹۹ء میں چیف جسٹس آف پاکستان جناب میاں اجمل نے سود کے اس مقدمے کی سماعت کے لیے درج ذیل جج صاحبان پر مشتمل ایک بنچ تشکیل دیا:

اَ. جناب جسٹس خلیل الرحمٰن (چیئرمین)

ب. جناب جسٹس وجیہ الدین

ج. جناب منیر احمد شیخ

د. جناب جسٹس تقی عثمانی

Charter which conferred on them autonomy, both religious and administrative. It was covenanted that they need to more pay the interest to their creditors, but only the capital of the loans." (*PLD 1992, 2 FSC 71*).

(27) It is one of the accepted principles of interpretation of the Holy Qur'an that firstly the Holy Qur'an, on the subject, should be interpreted by the Holy Qur'an itself. *PLD 1992 FSC 73*.

ہ. جناب جسٹس محمود احمد غازی

شریعت اپیلٹ بینچ نے ۲۲ فروری ۱۹۹۹ء کو اسلام آباد اور کراچی میں اس مقدمے کی سماعت شروع کی جو چھ ماہ تک جاری رہی۔ فاضل عدالت نے دوران سماعت نامور علما، ماہرین معاشیات، بنکوں کے ماہرین، وکلا، اسلامی ترقیاتی بنک کے صدر، عالمی بنک، اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں میں کام کرنے والے مسلمان ماہرین اقتصادیات سے اس مسئلے میں آرا لیں اور ان کا موقف سنا۔ اس فیصلے پر تمام جج صاحبان کا مجموعی لحاظ سے اتفاق رہا تاہم جسٹس تقی عثمانی اور جسٹس وجیہ الدین نے اپنے الگ سے نوٹ بھی لکھے۔ وفاقی شرعی عدالت کے متعدد فیصلوں کے خلاف ۵۵ اپیلیں دائر کی گئیں جنہیں اس ایک فیصلے میں نمٹا دیا گیا ان میں بیس قوانین تھے جو زیر بحث آئے جن میں انٹرسٹ، ریٹرن یا مارک اپ کا ذکر تھا۔[28]

عدالت عظمیٰ نے اپنے فیصلے میں وفاقی شرعی عدالت کے اس سوالنامہ کا بھی ذکر کیا جس میں علماء دانشوروں اور ماہرین اقتصادیات سے درجہ ذیل اہم سوالات کیے گئے تھے۔ عدالت عظمیٰ نے از خود ایک سوالنامہ تیار کیا جس میں بعض نئے سوالات کا بھی اضافہ کیا مثلاً ربا کی تعریف، حدود و قیود، تجارت اور صرفی قرضوں، حکومتی قرضوں، افراط زر اثرات، حکومت کے جاری کردہ بانڈز، سرٹیفکیٹ سے متعلق سوالات کے علاوہ یہ سوالات کہ سود کے خاتمے کے بعد بیرونی قرضوں، دیگر ممالک کے ساتھ تجارت، بجٹ خسارہ پورا کرنے کے طریقے، ماضی کے معاہدوں اور لین دین وغیرہ کی متبادل کیا کیا صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں؟

---

(28) قوانین جو عدالت عظمیٰ میں زیر بحث آئے:
The Interest Act 1839, The Government Savings Banks Act, 1873, The Negotiable Instruments Act, 1881, The Land Acquisition Act, 1894, The Code of Civil Procedure, 1908, The Cooperative Societies Act, 1925, The Cooperative Societies Rules, 1927, Insurance Act 1938, The State Bank of Pakistan Act 1956, The West Pakistan Money-Lenders' Ordinance, 1960, The West Pakistan Money-Lenders' Rules, 1965, The Punjab Money-Lenders' Ordnance 1960, The Sindh Money-Lenders' Ordinance, 1960, The N.W.F.P Money-Lenders' Ordinance 1960, The Baluchistan Money-Lenders' Ordinance, 1960, The Agricultural Development Bank of Pakistan Rules, 1961, The Banking Companies Ordinance 1962, The Banking Companies Rules 1963, The Banks (Nationalization) (Payment of Compensation) Rules, 1974, The Banking Companies (Recovery of Loans) Ordinance, 1979.

اس سوالنامے کا تحریری جواب جن معروف ماہرین اقتصادیات اور مالیاتی اداروں نے دیا ان میں جناب سرتاج عزیز، پروفیسر خورشید احمد، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر ارشد زمان، عبدالرؤف شیخ، اور اسلامی ترقیاتی بنک (جدہ سعودی عرب) شامل ہیں ان کے علاوہ ڈاکٹر وقار مسعود، ڈاکٹر سید محمد طاہر، ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا، مولانا گوہر رحمٰن، مولانا عبدالستار خان نیازی، اسلم خاکی، خالد اسحاق ایڈوکیٹ، ڈاکٹر محمد احمد علی (صدر اسلامی ترقیاتی بنک جدہ اپنے وفد کے ہمراہ عدالت میں پیش ہوئے)

دلائل

سود کے حق میں درج ذیل دلائل دیئے گئے:

أ. سود کی کوئی مستند تعریف نہیں کی گئی، کیونکہ ربا کا معنٰی محض اضافہ ہے جو کہ یہاں مراد نہیں لیا جاسکتا۔ (سرتاج عزیز)

There is a need for an authoritative definition of the term *ribā;*(29)

ب. سود کی صرف وہی صورت حرام ہے جس میں مقروض کا استحصال ہوتا ہو؛

ج. قرآن نے قرض خواہ کو راس المال (اصل زر) وصول کرنے کا حق دیا ہے، جبکہ کاغذی کرنسی کے متعارف ہونے کے بعد اب کرنسی کی قوت خرید یا حقیقی قیمت کا اندازہ کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ کرنسی مسلسل افراط زر کا شکار رہی ہے اس لیے یہ بھی ناانصافی ہے کہ قرض خواہ کو وہی رقم واپس لوٹا دی جائے جس کی قوت خرید اب کم ہو چکی ہے۔ اگر راس المال میں افراط زر کی وجہ سے جو کمی ہوئی ہے اسے راس المال کے ساتھ واپس کیا جائے تو یہ اضافہ ربا نہیں ہوگا؛

د. بنک یا دیگر مالیاتی ادارے جو منافع لیتے ہیں اس کی تین صورتیں ہیں:

i. قوت خرید میں جو کمی آتی ہے، اضافی رقم کے ذریعے اس کی تلافی کی جائے؛

(29) *PLD 2000 SC, V. LII, FSC page 357*

ii. بنک قرض دینے کے علاوہ بھی وسیع خدمات سرانجام دیتا ہے اور وہ یہ اضافی رقم خدمات کے عوض لیتا ہے جو سود نہیں ہے؛

iii. وہ منافع جو بنک قرض دینے کی صورت میں لیتا ہے اس منافع کا ایک حصہ وہ قرض خواہ کو بھی دے دیتا ہے جو بنک کے پاس رقم رکھواتا ہے۔ اگر راس المال کے تحفظ کے اصول کو اختیار کیا جائے تو بنک کی طرف سے جو اضافہ دیا جاتا ہے وہ ربا کی تعریف میں نہیں آتا۔ بنک جو منافع لیتے ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کنڑول کرتا ہے اور وہ قومی اہمیت کا حامل متعدد عوامل مثلاً ترقی، افراط زر وغیرہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی شرح مقرر کرتا ہے۔ ان اصولوں کے پیش نظر بنک اور مالیاتی اداروں کی طرف سے استحصال کا پہلو نہیں پایا جاتا۔

ہ. مارک اپ کا نظام بیع مؤجل کے معروف اصول پر قائم ہے جسے تمام فقہا جائز قرار دیتے ہیں؛

و. غیر مسلم کے ساتھ سودی لین دین میں شرعی احکام کا نفاذ غیر مسلم پر نہیں کیا جا سکتا، قرض لینے والے کو قرض دینے والے کی شرائط ماننا پڑتی ہیں اور اس معاہدے کی پابندی کرنا ہوتی ہے جو فریقین کے درمیان ہوا ہے۔ کیونکہ تمام لین دین سود پر ہو رہے ہیں جبکہ نبی ﷺ کے دور میں بھی غیر مسلموں سے سود پر قرض لینے کی مثالیں موجود ہیں؛

ز. اگر کسی متعین مدت کے عوض منافع وصول کیا جائے تو یہ ربا نہیں ہے، کیونکہ ربا کی تعریف میں یہ بھی شامل ہے کہ اس سے مقروض کا استحصال نہ ہو مثلاً حکومت عوام سے قرض لیتی ہے تو عوام حکومت کا استحصال نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت زیادہ طاقتور ہے اسی طرح کوئی حکومت دوسری حکومت سے قرض لیتی ہے تو اس میں کوئی استحصال نہیں ہے جبکہ کسی حکومت کے لیے اسلامی طریقِ تمویل مثلاً مشارکہ یا کسی اور طریقے سے سرمایہ کاری کرنا عملاً ناممکن ہے؛

> "We are not in position to dictate terms to the foreign lenders and have to accept loan on the terms are go without them. These foreign loans are always interest based and

it is not possible for Pakistan to insist that they give use loans without interest."(30)

ح. اگر ربا کے وسیع مفہوم کو بھی اختیار کر لیا جائے تو سود کا خاتمہ بتدریج ہی ممکن ہے، کیونکہ جدید معاشی نظام انتہائی پیچیدہ ہے اور یہ یک دم کسی تبدیلی کا متحمل نہیں ہو سکتا، مزید یہ کہ کوئی ملک تن تنہا دنیا سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ رائج سیاسی اور معاشی اقدار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لیے موجودہ معاشی نظام کو اسلامی اقتصادی نظام میں ڈھالنے کے لیے بتدریج اقدامات کرنا ہوں گے تاکہ لوگوں میں اسلامی طریقِ تمویل کو پذیرائی حاصل ہو سکے؛

ط. بنکوں کے لین دین اور تجارتی کمپنیوں کے ماضی کے معاہدات کی پاسداری بھی شریعت کا حکم ہے اس لیے اس کا اطلاق ماضی میں کیے گئے معاہدات پر نہیں ہو گا؛(31)

ي. بعض اپیل کندگان نے یہ موقف اختیار کیا کہ صرف ربا النسیہ حرام ہے جب کہ وفاقی شرعی عدالت نے ہر طرح کے ربا کو حرام قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں ہے اس لیے اس کیس کو ریمانڈ کرنا انصاف ہو گا؛(32)

ک. حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ ربا الفضل مسلم پرسنل لاء کے تحت آتا ہے اور آرٹیکل ۲۰۳ کے مطابق یہ وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ سماعت میں نہیں آتا۔ اسی طرح اسلامک بنکنگ کی اصطلاح درست نہیں ہے کیونکہ بنک کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بنک تو ایک اعلیٰ Instrument ہے جو مسلم یا غیر مسلم نہیں ہو سکتا؛(33)

Islamic Banking was misnaming as, bank had no religion.(34)

(30) *PLD 2000 SC V. LII, FSC page 362.*

(31) سرتاج عزیز کے دلائل شروع سے یہاں تک ہیں۔

(32) خالد اسحاق

(33) ریاض الحسن گیلانی۔

(34) *PLD 2000 SC, V. LII, FSC p.388.*

ل۔ بنک کے تمام معاملات نہ تو خالص اسلامی ہیں اور نہ ہی غیر اسلامی، ربا کی دو قسمیں ہیں ایک ربا الجاہلیہ ہے جو کہ انتہائی ظالمانہ ہوتا تھا دوسرا ربا القرآن ہے جو کہ سود مرکب ہے جسے قرآن نے منع کیا ہے۔ ربا القرآن تو حرام ہے جسے ایک لمحے کے لیے بھی گوارہ نہیں کیا جا سکتا تاہم ربا الفضل مکروہ ہے جو ربا القرآن کے سد باب کے لیے تھا۔[35]

وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلنٹ بینچ کا دائرہ سماعت

فیصلے کے دوسرے حصے میں وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلنٹ بینچ کے دائرہ سماعت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ حکومتی نمائندوں کا موقف یہ تھا کہ عدالت عظمیٰ سے اپیل واپس لے لی جائے اور وفاقی شرعی عدالت سے مطلوبہ اور ضروری قانون سازی کے لیے راہنمائی لینا چاہتے ہیں تا کہ ان راہنما اصولوں کے مطابق مالیاتی نظام کو اسلامی احکام کے مطابق ڈھالا جا سکے، جیسا کہ درج ذیل اقتباس میں ہے:

> The Question was raised mainly in view of the representations of the Government made in the application for withdrawal of appeal from this court to seek parameters and guidelines from Federal Shariat Court as to modeling of enforcing and implementing its judgment on *ribā*.[36]

اس درخواست میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ نظام بنکاری، افراط زر، اشاریہ بندی اور بیرونی قرضوں کی ادائیگی کے حوالے سے حکومت پاکستان کی اہم ذمہ داریاں اور ایسے مسائل ہیں جن میں اسے راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس درخواست پر بعض وکلا، علما اور ماہرین اقتصادیات (Jurist consult) کا نقطہ نظر یہ تھا کہ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلنٹ بینچ کو آئین کے تحت یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ رہنما اصول اور کوئی متبادل تجویز کرے بلکہ دستوری لحاظ سے ان کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ جائزہ لیں کہ کون سا قانون قرآن وسنت کے منافی ہے تا کہ اسے خلاف اسلامی قرار دیا جا سکے۔

> According to them the Federal Shariat Court and Shariat Appellant Bench of the Supreme Court, in view of the

(35) ریاض الحسن گیلانی کے دلائل یہاں تک ہی ہیں۔

(36) *PLD 2000 SC V. LII, FSC p.392.*

> provision contained in Chapter 3-A of the Constitution and more particularly under article 203-D of the constitution, are empowered only to examine and decide one question i.e. whether or not any law or provision of law is repugnant to the injunctions Islam as laid down in the Holy Qur'ān and *Sunnah* of the Holy Prophet (P.B.U.H)…Neither the framing of any law nor the economic or financial policies or the banking system itself can be examined by the federal Shariat Court as these are concerns of the other organs of the state under the relevant provisions of the constitution and the law.(37)

اس حوالے سے شریعت اپیلٹ بینچ نے دونوں عدالتوں کے دائرہ سماعت سے متعلق تمام دفعات، -203, 203 B 203-D, DD, 203- C,1 اور 2-A کا تفصیلی جائزہ لیا۔

ربا کی تعریف اور وسعت

شریعت اپیلنٹ بینچ کے سامنے متعدد بار یہ سوال اٹھایا گیا کہ جدید بین الاقوامی اقتصادی اور مالیاتی نظام کے تناظر میں ربا کی از سرِ نو تعریف (Redefining *Ribā*) کی جائے یہی سوال وفاقی شرعی عدالت کے سامنے بھی دہرایا گیا۔ دلیل یہ پیش کی گئی کہ دورِ حاضر کا اقتصادی نظام انتہائی پیچیدہ اور ترقی یافتہ ہے جبکہ اسلامی دور کی ابتدائی صدیوں میں یہ نظام انتہائی سادہ تھا۔

> It has been asserted that since the present monetary system has become much more advanced, complexed and developed as compared to what is termed by some as the rudimentary system prevalent during the early centuries of Islam, as fresh definition of *Ribā* is needed and the earlier or traditional definition, if any developed by the early doctors of Islamic *fiqh* suited only their time when the economy was based mostly on barter rather than complex paper currency system.(38)

سود کی از سرِ نو تعریف چاہنے والے فریق کس قسم کا سود چاہتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے:

(37) *PLD 2000 SC, V. LII, page 392.*
(38) *PLD 2000 SC V. LII, page 407.*

> The new definition, it is contended, should be liberal, accommodative, and contributive to economic progress and well-being of the people; it should be free from the limited approach of the medieval jurists who, according to this view, were not exposed to such complex and difficult problems as are faced by the modern jurists and the contemporary economists.(39)

اس نقطہ نظر کے قائلین کے نزدیک ربا اور Usury مترادف اصطلاحات ہیں تاہم موجودہ انٹرسٹ کو ربا نہیں کہا جا سکتا۔ بطور دلیل اس آیت کریمہ ''فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللّهِ كَثِيرًا'' (النساء، آیت: ۱۶۰) میں یہودیوں کو اس سود سے منع کیا گیا جو ظلم اور استحصال پر مبنی تھا۔ عدالت عظمیٰ نے ان بعض معاصر علماء کے دلائل کا بھی تفصیلی جائزہ لیا جو موجودہ انٹرسٹ کو سود تسلیم نہیں کرتے۔ ان میں علامہ سید رشید رضا، مولانا جعفر شاہ پھلواری، سید یعقوب شاہ، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، جسٹس قدیر الدین احمد، اور شیخ محمد طنطاوی معروف سکالرز ہیں۔ ربا اور انٹرسٹ کے درمیان جو فرق واضح کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

اَ. قرآن میں سود کی جو حرمت بیان کی گئی ہے اس کی تعبیر و تشریح کے لیے زمانہ نزول اور وہ مخصوص حالت جن میں وہ آیات نازل ہوئی تھیں ان کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ سود کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہو گی؛

ب. ربا کا تعلق اسلام کے معاشی نظام کے ساتھ ہے، جب تک ایسا مثالی معاشرہ قائم نہیں ہو جاتا جس میں بدعنوانی، بددیانتی اور ہوس نہ ہو اس وقت تک محض ایک قرآنی حکم کا نفاذ مناسب نہیں ہو گا؛

ج. اسلامی ریاست میں حکومت کی آمدنی کے چار ذرائع ہیں زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور مال غنیمت۔ جب کہ موجودہ دور میں صرف ان ذرائع آمدن تک محدود رہنا ناممکن ہے؛ اس لیے حکومت کو انٹرسٹ پر قرضے لینا پڑتے ہیں۔ زکوٰۃ کا نظام پہلے سے ہی بدنظمی کا شکار ہے جب کہ جزیہ اور مال غنیمت کا تصور بھی پہلے سے ختم ہو چکا ہے اسی طرح اسلامی نظام میں دیگر مختلف اقسام کے ٹیکس عائد کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ بھی غیر اسلامی ہے جبکہ حکومت کو لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے وسائل درکار ہوتے ہیں جو ٹیکس اور بیرونی قرضوں سے حاصل کیے جاتے ہیں؛

---

(39) *PLD 2000 SC, V. LII, p.407.*

د. جب تک کوئی متبادل فلاح و بہبود کا نظام نہیں اس وقت تک بوڑھے اور ضرورت مند لوگ اور حکومت ان بچتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ یہ طبقہ نہ تو خود محنت مزدوری کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی خطرہ مول لے سکتے ہیں۔اس لیے ربااور انٹرسٹ میں فرق کیا جانا چاہیے؛

ہ. پی ایل ایس یا ماک اپ نظام گزشتہ ایک صدی سے رائج ہے، تجربے سے ثابت ہے کہ اس نظام کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا؛

و. اسلام کی حقیقی روح لوگوں کی فلاح و بہبود کا تقاضہ کرتی ہے اسے برقرار رکھنا چاہیے کیونکہ موجودہ انٹرسٹ بھی فلاح و بہبود کے نظام پر مبنی ہے کیونکہ اس میں ظلم اور استحصال نہیں ہے؛

> The spirit of Islam is the welfare of the people and should remain a predominant factor. The present interest has provided welfare to the people. There is no exploitation in this system; exploitation has been committed by the vested interest and not by the present day banking system.(40)

علامہ رشید رضا کے موقف کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا جو انہوں نے حیدرآباد دکن (ہندوستان) سے ایک استفسار کے جواب میں اختیار کیا:

> "The Stipulated profit on a loan is no *Ribā* according to the *Naṣṣ* because it has no proof from the *Qur'ān* or from a sound *Ḥadīth*."(41)

علامہ رشید رضا کے نزدیک اس کا ثبوت قرآن و سنت سے نہیں بلکہ قیاس پر مبنی ہے اس لیے اس پر از سر نو غور کی ضرورت ہے۔ان کے نزدیک جس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہے۔اور قیاس بھی درست نہیں ہے کیونکہ دونوں میں علت مشترک نہیں ہے، اگر قیاس درست بھی ہو تو اس میں وقت کے ساتھ تبدیلی آسکتی ہے۔عدالت نے ان کا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> The nutshell of the views on Rashīd Riḍā is that it is only the *Ribā al-Nasī'ah* (also called *Ribā al-Qur'ān* and *Ribā al Jāhiliyyah*) which is prohibited in the *Qur'ān*. All other kinds of *Ribā* prohibited by the Prophet (Peace

(40) *PLD 2000 SC, V. LII, p.410.*
(41) *PLD 2000 SC V.LII, p.411.*

be Upon Him) are only by way of preventive measures. (42)

عدالت نے علامہ موصوف کے موقف میں بعض تضادات کی نشاندہی کی کہ وہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ربا کی تعریف میں کوئی ابہام یا اشتباہ نہیں ہے اور صحابہ کرامؓ کے لیے اس کا مفہوم بالکل واضح تھا پھر خود ہی ربا کی تعریف اور جاہلیت کے سودی معاملات سے اس کا تعین کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی خود ساختہ تعریف کے مطابق مختلف جزیات پر اس کی تطبیق کرتے ہیں۔ عدالت نے خالد اسحاق ایڈوکیٹ کے دلائل کا بھی جائزہ لیا جن کا موقف یہ تھا کہ ربا صرف ربا الجاہلیہ ہے باقی صورتوں میں جو اضافہ ہے اسے ربا نہیں کہا جا سکتا۔ جسٹس قدیر الدین کا نقطہ نظر بھی یہی ہے:

Only one kind of *Ribā* out of several kinds, *Ribā al-Nasī'ah* has been prohibited by the *Qur'ān*. (43)

جسٹس قدیر الدین کے بقول قرآن نے سود کی مذمت تو کی ہے لیکن قرآن و سنت میں اس اجمال کی کوئی تفصیل نہیں ہے، مزید یہ کہ مجوزہ متبادل طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی موجودہ معاشی نظام اور بین الاقوامی تجارت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے ربا کی آیت رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئی اور اس کی وضاحت سے پہلے ہی آپ ﷺ وصال فرما گئے۔ ربا ایک معاشی مسئلے سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد امت مسلمہ کو ظلم اور استحصالی طریقوں سے بچانا ہے۔ اسی طرح انہوں نے سود اور Usury، سود مفرد اور مرکب میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے ان کے موقف کا حاصل یہ ہے کہ موجودہ دور کا انٹرسٹ سود نہیں ہے۔ بحثیت مجموعی اپیل کنندگان اور عدالتی مشیروں نے عدالت کے سامنے جو دلائل دیئے ان کا خلاصہ یہ ہے:

ا۔ ربا کی کوئی جامع مانع تعریف نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی احادیث میں کوئی صراحت ہے۔ چونکہ تعریف مبہم ہے اس لیے ربا کی ممانعت احادیث کے صراحتاً بیان کردہ صرف چند متعین معاملات تک محدود ہے اس لیے ربا کا اطلاق عصر حاضر کے اس بینکاری نظام پر نہیں کیا جا سکتا جس کا اس دور میں تصور بھی ممکن نہیں تھا؛

(42) *PLD 2000 SC V. LII, p.412.*
(43) *PLD 2000 SC V. LII, p.415.*

۲. ربا کا اطلاق صرف ان صرفی قرضوں پر ہوتا ہے جن پر شرح سود حد سے زیادہ یا استحصال پر مشتمل ہو۔ اگر شرح سود استحصال کی حد تک نہ ہو بلکہ معقول ہو تو اسے ربا نہیں کہا جائے گا؛

۳. قرآن میں مذکورہ حرمت ربا کی علت ظلم ہے جو لوگ غریبوں سے بھاری سود وصول کرتے تھے قرآن نے ان کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے۔ جبکہ جدید زمانے کے تجارتی قرضے اس دور میں رائج ہی نہیں تھے اس لیے یہ ربا کے مفہوم میں نہیں آتے؛

۴. قرآن نے صرف ربا الجاہلیہ کو حرام قرار دیا ہے جس کو ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے یہ ایک مخصوص قرضے کا معاملہ تھا جس میں کوئی اضافی رقم اصل زر پر وصول نہیں کی جاتی تھی تاہم مقروض وقت مقررہ پر اصل رقم واپس نہ کر سکے تو اضافی رقم عائد کر کے اسے مزید مہلت دے دی جاتی تھی۔ اس لیے ابتدا ہی میں اضافی رقم طے کر لی جائے تو یہ ربا نہیں ہے البتہ احادیث میں ذکر کردہ ربا میں یہ زیادتی بھی شامل ہے جسے صرف مکروہ کہا جا سکتا ہے حرام نہیں، اور اسے حقیقی ضرورت کے تحت مستثنیٰ بھی قرار دیا جا سکتا ہے؛

۵. تجارتی سود دور حاضر کی عالمی اقتصادی سرگرمیوں میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے جسے ختم کرنا ناممکن ہے اس لیے نظریہ ضرورت کے تحت جو قوانین سود وصول کرنے کی اجازت دیتے ہیں وہ اسلامی اصولوں کے منافی نہیں ہیں۔

عدالتی فیصلے کے اہم نکات

۱. کسی بھی قرض کے معاہدے میں اصل زر سے زائد رقم ربا کے حکم میں داخل ہے؛

۲. سودی نقطہ نظر سے قرض کی مختلف اقسام میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے، مشروط اضافی رقم تھوڑی ہو یا زیادہ، معاملہ نجی ہو یا سرکاری، حکومتی قرضے ملکی ہوں یا غیر ملکی اور بنک کا انٹرسٹ کسی بھی شکل میں ہو، یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور ربا کی تعریف میں شامل ہیں؛

۳. انٹرسٹ پر مبنی موجودہ تمویلی نظام اسلامی احکام کے خلاف ہے؛

۴. علما اور ماہرین اقتصادیات نے جو متبادل اسلامی طریقہ ہائے تمویل تجویز کیے ہیں وہ دو سو کے قریب اسلامی مالیاتی ادارہ اختیار کر چکے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ سود کے یہ متبادل طریقے قابل عمل ہیں؛

۵. نظریہ ضرورت کے تحت سود کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ بینکاری کا طویل تجربہ رکھنے والے ماہرین اقتصادیات اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی طریقہ ہائے تمویل نہ صرف ممکن ہے بلکہ مفید بھی ہیں اور معاشی استحکام کے لیے ناگزیر ہیں۔ عصری تمویلی نظام کو متبادل طریقوں پر ڈھالنے کے حوالے سے متعدد اقدامات ہو چکے ہیں اس لیے نظریہ ضرورت کی بناپر اب اسے غیر معینہ مدت تک اسے معرض التوا میں نہیں رکھا جاسکتا اس لیے تمام اپیلیں خارج کی جاتی ہیں۔

اشاریہ بندی کے حوالے سے عدالت کے سوالنامہ کے جواب میں ڈاکٹر ایس ایم حسن الزمان صدر اسلامک بنکنگ ڈویژن بنک دولت پاکستان نے اشاریہ بندی کے حوالے سے تفصیلات فراہم کیں کہ انہوں نے اس موضوع پر پانچ سال تک تحقیق کی ہے۔ عدالت نے پورا دن ان کے دلائل سنے اور ان دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

دنیا کے تقریباً ۲۱ ممالک نے اشاریہ بندی کے نظام کو متعارف کروایا لیکن ان کے ہاں اس نظام میں کوئی یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ متعدد ممالک نے تنخواہ، پنشن اور سوشل سیکورٹی کی اشاریہ بندی کی ہے بعض ممالک نے سنگل بانڈ اور بعض نے سرمایہ کاری کی اشاریہ بندی کی ہے۔ برازیل واحد ملک ہے جس نے اسے جامع شکل میں اختیار کیا ہے۔ اکثر ممالک میں جو قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ وہ تنخواہ یا سرمایہ کاری کی اشاریہ بندی کنزیومر پرائسز یا cost of livings کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسی طرح کہیں ایڈوانس ایڈ جسٹمنٹ اور کہیں ایکس پوسٹ فیکٹو ایڈ جسٹمنٹ کا طریقہ رائج ہے اور اس کی مدت ایک ماہ سے ایک سال تک ہو سکتی ہے۔ ان سب کا مقصد افراط زر کی صورت میں نقصان کی تلافی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اسلامی قانون میں قرآن وسنت اور فقہا کی آراء کی روشنی میں اشاریہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں جہل اور غرر جیسے فاسد اوصاف بھی ہیں جن کی وجہ سے عقد باطل ہو جاتا ہے۔ عدالت کے سامنے یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ موجودہ دنیا میں افراط زر کی جو صورت حال ہے وہ فقہاء کے دور میں نہیں تھی اور نہ ہی انہیں اس تجربے سے سابقہ پیش آیا اس لیے عصر حاضر کے حالات کے تناظر میں افراط زر کے مسئلے پر اجتہاد کیا جائے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "لا ضرر ولا ضرار في الإسلام" اور افراط زر کی صورت میں ایک فریق کو نقصان ہوتا ہے۔ اشاریہ بندی آج کے دور میں اس کا مناسب حل ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ عملی لحاظ سے اشاریہ بندی میں بے شمار پیچیدگیاں ہیں یہاں یہ طے کرنا ہی مشکل ہے کہ افراط زر کا ذمہ دار کون ہے؟ چونکہ اس کے مختلف عوامل ہوتے ہیں مثلاً حکومتی اقدامات، اسٹاک ایکسچینج اور اس نوع کے بے شمار دوسرے عوامل ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن وسنت اشاریہ بندی کی اجازت نہیں دیتا۔ افراط زر کے حوالے سے عمر چھاپرا اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے بھی دلائل دیتے ہوئے کہا کہ اسلامی قانون کے مطابق تلافی یا ازالہ نقصان کا ذمہ دار وہ شخص ہے جس نے نقصان پہنچایا دوسرے فریق سے کسی طرح بھی نقصان کا ازلہ نہیں کرایا جاسکتا اور یہاں نقصان پہنچانے والے فریق کا تعین بھی ناممکن ہے۔[44]

---

(44) "About twenty-one countries of the world have introduced indexation but the coverage of indexation is not similar in different

اسلامی نظریاتی کونسل بھی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ قرض خواہ صرف اصل زر کا حق دار ہے، اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کا ایک اجلاس ۱۰ تا ۱۵ دسمبر ۱۸۸ اء کو کویت میں منعقد ہوا اس کی پانچویں نشت میں افراط زر اور اشاریہ بندی کے موضوع پر تحقیقی مقالہ جات پیش کیے گئے جس میں یہ قرار دیا گیا کہ اشاریہ بندی جائز نہیں ہے۔(45) افراط زر کی تلافی کے حوالے سے جسٹس وجیہ الدین کا فیصلہ اعجاز ہارون بنام انعام درانی (46) کو بھی پیش کیا گیا جس پر عدالت نے کہا کہ جسٹس وجیہ الدین نے جن فقہا کی آراء کو بنیاد بنایا ہے ان میں معروف فقیہ علامہ ابن عابدین شامی کے رسائل میں سے ''تنبيه الرقود على مسائل النقود'' کا ذکر ہے لیکن ان میں علامہ ابن عابدین کی کتاب سے نہ تو کوئی متعین اقتباس پیش کیا گیا اور نہ ہی اس کا ترجمہ۔ علامہ ابن عابدین نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کرنسی میں کپڑا خریدتا ہے اور خریداری سے قبل ہی کرنسی تبدیل ہو جائے یا وہ

---

countries. A large number of countries have indexed wages, pensions and social security payments. Some other countries have indexed a single bond while many countries have indexed different forms of investments. Brazil is the only country to adopt this practice comprehensively. It is because of these differences that the techniques of indexation and the choice of index differ in different countries. The most common technique of indexation is linking wage or investment to consumer prices or cost of living. Some countries make advance adjustments with prices while most countries practice ex post facto adjustments. The period of adjustment ranges from one month to one year; in some cases, even three years." *(PLD 1992, 2, FSC, V. XLIV, p.104).*

(45) We may conclude this discussion with the quotation from M. Umer Chapra's book "*Towards a Just Monetary System*", who is a well-known Pakistani Economist, author of several books and attached with the Government of Saudi Arabia as its Financial Adviser for many years. He writes;

> "Indexation of *qarḍ ḥasanah* in terms of a price index may also not be defensible on economic grounds because even though it is proposed with the innocent objective of doing justice to the lender of *qarḍ ḥasanah*, it has the potential of initiating gross injustice to the borrower, particularly in years when the rate of inflation is higher than the rate of interest. Indexation essentially implies a zero-real rate of interest. In the real world, however, this has rarely been the case. The real rate of interest has fluctuated. In fact, in certain years it has also been negative. When it has been positive it has tended to drain real profits and decelerated investment growth thus exacerbating the long run problems of economic growth. Hence when lenders have not always been assured a zero-real rate of interest even in capitalist economics, would it be wise to do so in Muslim countries." M. Umar Chapra, *Towards a Just Monetary System* (Wiltshire), p.41.

(46) PLD 1989, Karachi, page 334

کرنسی قابل استعمال نہ رہے یا اس کی قیمت میں کمی یا زیادتی ہو جائے، تو اگر قابل استعمال ہی نہ رہے تو یہ معاہدہ باطل ہو گیا کیونکہ جس قیمت پر اتفاق ہوا تھا وہ ختم ہو گئی اور اگر کرنسی میں کمی بیشی ہوئی ہے تو معاہدہ درست ہے اور جو قیمت طے ہوئی تھی وہی ادا کرنا ہو گی اس طرح کی دیگر مثالیں بھی ہیں ان میں بعض مسائل میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اختلافات بھی ہیں اس سب کا حاصل یہ ہے کہ ان فقہاء کی آراء سے فاضل جج کے موقف کی تائید نہیں ہوتی۔[47] ڈاکٹر حسن الزمان نے اپنے ایک مونو گراف بعنوان Indexation of Financial Assets ... An Islamic Evaluation میں بطور ماہر اقتصادیات اس فیصلے میں دیے گئے دلائل کی تردید کی ہے۔

اس کے بعد عدالت نے ایک ایک کر کے ان قوانین اور ایکٹ کا جائزہ لیا جن میں سود کو قانونی تحفظ دیا گیا تھا۔ شریعہ درخواستوں میں انہیں قرآن و سنت کے منافی ہونے کی بنیاد پر چیلنج کیا گیا تھا، ان میں پہلا قانون The Interest Act 1839 ہے اس ایکٹ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد عدالت ان نتیجے پر پہنچی کی یہ قرآن و سنت سے متصادم ہے:

> For the reasons already discussed in detail we would hold that the interest act 1939 is repugnant to the injunctions of Islam as laid down in the Holy *Qur'ān* and *Sunnah* of the Holy Prophet PBUH.[48]

اس کے بعد عدالت نے The Government Saving Banks Act 1873 کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ان دفعات کو قرآن و سنت کے منافی قرار دیا جن میں لفظ انٹرسٹ، ریٹرن یا مارک اپ جیسے الفاظ سود کے لیے استعمال کیے گئے تھی اور یہ قرار دیا کہ یہ تمام الفاظ سود کے مفہوم میں ہیں۔ مزید یہ کہ بیع موجل کو مارک اپ کے ساتھ خلط ملط کرنا بھی درست نہیں ہے۔

---

(47) "Indexation is not permissible in any kind of loan granted on deferred payment in the way that the parties who make the contract of sale or loan in a prevailing currency may connect it to some commodities and impose on the borrower/purchaser to pay the value of those commodities in the currency prevailing at the time of payment. (*Monthly al-Balagh*, Karachi, August 1987)" *PLD 1992, V. XLIV, 229(iii) FSC p.133.*

(48) *PLD 1992, V. XLIV, 238 FSC p.136.*

نفع و نقصان میں شرکت (PLS Accounts) کے تحت جو رقوم وصول کی جارہی ہیں اور انہیں مارک اپ نظام کے تحت زیر استعمال لایا جارہا ہے انہیں سود کے سوا کوئی اور نام دینا مشکل ہے۔ دینی حلقوں میں پہلے ہی سے اس اندیشے کا اظہار کیا جارہا ہے کہ پی ایل ایس نظام محض نام کی تبدیلی ہے اور اس سودی نظام کو دوبارہ ایک نئے نام سے جاری رکھا گیا ہے۔

> Thus, Mark-Up system , as in vogue, is held to be repugnant to the Injunctions of Islam and the word mark-up be deleted from the provisions of section 79 and 80 of the Negotiable instruments Act, 1881.(49)

عدالت نے کرایہ داری (Lease) کے بارے میں قرار دیا کہ اس کا جواز کچھ شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ اپنے اجلاس منعقدہ ۱۱ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں بنک کے نظام میں لیز کو جائز قرار دے چکی ہے۔ فقہ اکیڈمی کے اجلاس میں جو تفصیلات طے کی گئیں ان میں کہا گیا کہ اسلامی ترقیاتی بنک خریدار کو مشین وغیرہ کی خریداری کے مقصد کے لیے ایجنٹ بنا سکتا ہے اور خریدار اسے خریدنے کے بعد کرائے پر لے سکتا ہے۔ البتہ زیادہ مناسب طریقہ کار یہ ہے کہ بنک خریداری کے لیے کسی اور کو اپنا نمائندہ بنائے اور وہ اشیاء خرید کر بنک کو دے جب چیز بنک کے قبضے میں آئے تو اس کے بعد ہی وہ اسے بیچ سکتا ہے۔ اس دوران کوئی چیز ضائع ہو جائے تو بنک مالک ہونے کی حیثیت سے اس نقصان کو برداشت کرے گا۔ عدالت نے قرار دیا کہ اگرچہ کرائے پر کوئی چیز دینا جائز تو ہے مگر زیادہ محفوظ طریقہ مشارکہ اور مضاربہ جیسے اسالیب تمویل ہیں۔ بنکوں میں ایک دوسرا طریقہ بھی ہے جسے ہائیر پرچیز کہا جاتا ہے اس میں بنک مشترکہ ملکیت تحت ایک چیز خریدتا ہے اس کے بارے میں عدالت نے قرار دیا کہ اس میں شرعی لحاظ سے کوئی قباحت نہیں ہے۔

> There seems to be no repugnancy in it from *Sharī'ah* point of view.

ایک اور اصطلاح سروس چارجز کی استعمال ہوتی ہے شرعی لحاظ سے یہ درست ہے۔ اس کے بارے میں اسلامی فقہ اکیڈمی کی قرارداد بطور دلیل پیش کیا کہ یہ جائز ہے۔ The Land Acquisition Act 1894 کی دفعہ ۵۴(50) کو عدالت میں چیلنج کیا گیا کہ یہ اسلام کے خلاف ہے، عدالت نے اس دفعہ کو

---

(49) PLD 1992, V. XLIV, 262 FSC p.145.

(50) S.34. "Payment of interest:-- When the amount of such compensation is not paid or deposited on or before taking

قرآن وسنت کے منافی قرار دیا۔ سی پی سی ۱۹۰۸ کی بعض دفعات مثلاً دفعہ ۳۴، A اور D کو چیلنج کیا گیا جنہیں عدالت نے قرآن وسنت کے منافی قرار دیا۔ اسی طرح کواپریٹو سوسائیٹی ایکٹ ۱۹۲۵ء اور کواپریٹو سوسائیز رولز ۱۹۸۷ء کے بعض قوانین کو خلاف اسلام قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ انشورنس ایکٹ ۱۹۳۸ کی بعض دفعات اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶، زرعی ترقیاتی بنک کے رولز ۱۹۶۱ء دی بنکنگ کمپنیز رولز ۱۹۶۳ء کے قوانین کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور بعض دفعات کو خلاف اسلام قرار دیا گیا۔

عدالت نے بلا سود بنکاری کے قابل عمل ہونے کے متعدد دلائل دیے۔ ایک دلیل یہ دی گئی کہ بلا سود بنکاری ایران، اردن، ملائشیہ، مصر اور دیگر ممالک میں شروع ہو چکی ہے۔ عدالت نے اسلامی بنکوں کے طریقے کار پر بھی بحث کی اور ایک تجویز یہ دی گئی کہ بنک قرض حسنہ کے تصور کو فروغ دینے کے لیے اپنے وسائل کا کچھ حصہ مختص کردے۔ عدالت نے اسلامی بنکاری کے طریقے کار کو ایک انقلابی قدم قرار دیا۔

> We are, however, fully conscious of the fact that the restructuring of the commercial banks operations on Islamic lines would represent a radical departure from the traditional British Bank system as current in Pakistan.(51)

ایس ایم ظفر کی اس درخواست پر کہ نظام کو بدلنے کے لیے اور تیاری کے لیے حکومت کو مناسب وقت دیا جائے، عدالت نے قرار دیا کہ حکومت کے پاس قیام پاکستان بالخصوص قرارداد مقاصد پاس ہونے کے بعد خاصا وقت تھا اب یہ قرارداد دستور کا دیباچہ نہیں رہی بلکہ اس کا جوہری حصہ (Substantive Part) بن چکی ہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲، اور ۱۹۷۳ کے دساتیر میں بھی یہ ضمانت دی گئی کہ ملک سے سود کا خاتمہ کیا جائے گا۔ اس حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل بلا سود بنکاری پر بہت اہم کام کر چکی ہے اس لیے مزید کسی کمشن کی رپورٹ کا انتظار نہیں کیا جاسکتا جبکہ کمیشن سے کونسل کی حیثیت زیادہ اہم ہے اور یہ ایک آئینی ادارہ ہے اس لیے اس حوالے سے قانون سازی ناگزیر ہے۔

---

possession of the land, the Collector shall pay the amount awarded with compound interest thereon at the rate of eight per centum per annum from the time of so taking possession until it shall have been so paid or deposited-

(51) *PLD 1992, V. XLIV, 378 FSC p.186.*

The necessary enactment must have been ready by now, particularly, when, Shariat has been declared to be "the supreme law" of Pakistan on 10th April 1991. (52)

آخر میں عدالت نے قرار دیا کہ یہ ہماری آئینی ذمہ داری تھی کہ متعین مدت ختم ہونے کے بعد ہم ان مالیاتی قوانین کا جائزہ لے کر بتائیں کہ کون سے قوانین قرآن وسنت کے منافی ہیں۔ حکومت اس ساری صورت حال سے باخبر ہے حکومت کا کام عدالت کی معاونت تھا لیکن حکومتی وکلا نے اعتراضات کے سوا کچھ بھی نہیں کیا۔

The Federation as well as the provincial Government, though represented by Senior Counsel rendered no assistance to the Court except raising issues. In fact, in most of the notices issued to them it was specifically stated that in case they desire to rely upon the views of some outstanding Scholars or Economists as expert witnesses they may produce them, but they did neither produce not even show any desire to produce any of them either from Pakistan or abroad.(53)

حکومت کو ۳۰ جون ۱۹۹۲ء تک کا وقت دیا جاتا ہے تاکہ وہ ان قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کے لیے ضروری قانون سازی کرے، بصورت دیگر یکم جولائی ۱۹۹۲ء سے یہ قوانین قالعدم تصور کیے جائیں گے۔

We would specify the 30th day of June, 1992, on which the decision shall take effect. The various provisions of the laws discussed in the judgment and held repugnant to the injunctions of Islam will cease to have effect as on and from 1st July, 1992. (54)

بینک دولت پاکستان

بینک دولت پاکستان یا اسٹیٹ بینک آف پاکستان، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مرکزی بینک ہے جس کا قیام ۱۹۴۸ء میں عمل میں آیا۔ قیامِ پاکستان سے پہلے ریزرو بینک آف انڈیا ہی پاکستان میں بھی مرکزی بینک کا کردار ادا کر رہا تھا۔ یکم جولائی ۱۹۴۸ ء کو قائدِ اعظم محمد علی جناح نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر فرمایا:

---

(52) *PLD 1992, V. XLIV, 379 FSC p.186.*
(53) *PLD 1992, V.XLIV, 382 FSC p.188.*
(54) *PLD 1992, V. XLIV, 383 FSC p.188.*

"I shall watch with keenness the work of your Research Organization in evolving banking practices compatible with Islamic ideas of social and economic life.... The adoption of Western economic theory and practice will not help us in achieving our goal of creating a happy and contented people. We must work our destiny in our own way and present to the world an economic system based on true Islamic concept of equality of manhood and social justice. We will thereby be fulfilling our mission as Muslims and giving to humanity the message of peace which alone can save and secure the welfare, happiness and prosperity of mankind." (55)

"میں اشتیاق اور دل چسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ریسرچ آرگنائزیشن بینکاری کے ایسے طریقے کس خوبی سے وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے بے شمار مسائل پیدا کر دیے ہیں اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ یہ تباہی مغرب کی وجہ سے ہی دنیا کے سر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام انسانوں کے مابین انصاف اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے۔"

بینک دولت پاکستان نے ۲۰ جون ۱۹۸۴ء کو ایک سرکلر BCD Circular No. 13 کے ذریعے بینکنگ سسٹم سے سود کے خاتمے کا اعلان کیا۔ (56) جس میں یہ وضاحت کی گئی کہ:

"As has been announced by the Finance Minister, it is the intention of Government that the Banking System should shift over to Islamic modes of financing during the course of the next financial year. These modes of financing have been described in annexure I." (57)

"جیسا کہ وزیر خزانہ اعلان کر چکے ہیں، حکومت آئندہ مالی سال سے موجودہ بینکنگ سسٹم کو اسلامی اسالیبِ تمویل پر چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ان اسالیبِ تمویل کی وضاحت ضمیمہ ا میں کی گئی ہے"

(55) SBP, History of Islamic Banking in Pakistan, http://sbp.org.pk, 19 November 2016, 04:00 pm, http://sbp.org.pk/IB/abt-his.asp.

(56) State Bank of Pakistan, '**Elimination of Riba from Banking System**', Circular No. 13, Dated 20 June 1984, retrieved on 16 December 2019 at 12:00 am, http://www.sbp.org.pk/departments/pdf/IBD-OldCircular/BCD-cir13-1984.pdf.

(57) SBP, '**Elimination of Riba from the Banking System**', Circular No. 13, 20th June 1984, retrieved on 21st December 2019, Banking Control Department, State Bank of Pakistan, Karachi. http://www.sbp.org.pk/departments/pdf/IBD-OldCircular/BCD-cir13-1984.pdf.

اس سرکلر کے ذریعے تمام بینکوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ سودی اسالیبِ تمویل کی بجائے غیر سودی اسالیب تمویل کو اختیار کریں گے اور اس کے ساتھ ایک شیڈول بھی جاری کیا جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

یکم جولائی ۱۹۸۴ء سے	تمام بینکوں کو آزادی ہو گی کہ وہ دیئے گئے اسالیبِ تمویل میں سے کسی کے ذریعے بھی تمویل فراہم کر سکتے ہیں۔ البتہ عبوری انتظامات کے طور پر بینکوں کو آزادی ہو گی کہ وہ سودی اسالیب تمویل کو بھی استعمال کر سکتے ہیں، بشرط یہ کہ سود کی بنیاد پر ورکنگ کیپٹل کی سہولت چھ ماہ سے زیادہ نہ دی جائے۔
یکم جنوری ۱۹۸۵ء سے	یکم جنوری ۱۹۸۵ء وفاقی حکومت، صوبائی حکومت، پبلک کمپنیوں اور پرائیویٹ کمپنیوں کو مذکورہ غیر سودی اسالیبِ تمویل میں سے کسی ایک کے ذریعے مالیات فراہم کیے جائیں گے۔
یکم اپریل ۱۹۸۵ء سے	تمام اداروں اور افراد کو مالیات مذکورہ غیر سودی اسالیب تمویل میں سے کسی ایک کے ذریعے فراہم کی جائیں گی۔
یکم جولائی ۱۹۸۵ء سے	یکم جولائی ۱۹۸۵ء سے کوئی بینک سودی بنیادوں پر کھاتہ داروں سے رقوم وصول نہیں کرے گا۔ اس تاریخ کے بعد تمام بینک نفع و نقصان کی بنیاد پر شراکت کے کھاتوں کی صورت میں رقوم وصول کریں گے، ماسوائے چالو کھاتے کے جو کہ بغیر نفع و نقصان کی بنیاد پر ہو گا۔

ان ہدایات کے ساتھ یہ بھی وضاحت کی گئی کہ ان ہدایات کا اطلاق بیرونی قرضوں اور غیر ملکی کرنسی کے کھاتوں پر نہیں ہو گا۔[58] لیکن بد قسمتی سے ان وجوہ کی بناء پر جو صرف اسٹیٹ بینک کے مقتدر حضرات ہی کو معلوم ہوں گی، بینکوں نے اس حکم نامے پر عمل نہیں کیا۔ اسٹیٹ بینک جس کی حیثیت بینکوں کے نگران اور سرپرست کی ہے، اس سے یہ توقع تھی کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اس کے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا جا رہا ہے۔ لیکن شاید بینکوں کو اس امر کی پوری آزادی دے دی گئی کہ وہ اس حکم نامے کے متن کی تشریح جس طرح چاہیں کریں اور انہیں شاید یہ اختیار بھی دے دیا گیا کہ وہ متبادل طریقوں کو اپنائیں یا نہ اپنائیں۔[59] بعد ازاں یکم جنوری ۲۰۰۳ء کو بینکنگ پالیسی ڈیپارٹمنٹ، بینک دولت پاکستان نے BPD Circular No. 01 کے ذریعے بتدریج انداز میں سودی معاشی نظام کو اسلامی معاشی نظام میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور مرحلہ وار اسلامی بینکاری کے نفاذ کے لئے حکمت عملی کا اعلان کیا گیا[60] جس کے مطابق درج ذیل تین طرح سے

(58) SBP, **'Elimination of Riba from the Banking System'**, Circular No. 13, 20th June 1984,

(59) پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی، 'پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل'، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۵، صفحہ ۳۶

(60) SBP, **History of Islamic Banking in Pakistan**, http://sbp.org.pk, 19 November 2016, 04:00 pm, http://sbp.org.pk/IB/abt-his.asp,

اسلامی بینکاری کو ترویج دیتے ہوئے اسلامی بنک کھولنے کی اجازت دینے کا منصوبہ بنایا گیا (61)۔ اس منصوبے میں مندرجہ ذیل تین طرح اسلامی بنکنگ کو ترویج دینے کی اجازت دی گئی:

۱. نجی سطح پر مکمل اسلامی بنک
۲. سودی بنکوں کی ذیلی اسلامی برانچیں
۳. سودی بنکوں کی اسلامی برانچیں

عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے پیرا گراف ۷(ا) کے تحت بینک دولت پاکستان کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنا شریعہ بورڈ تشکیل دے:

> Establishment of special departments within the State Bank–Sharia's (Sharīʹah) Board for scrutiny and evaluation of Board's procedures and products and for providing guidance for successfully managing the Islamic economics.(62)

اس حکم پر عمل کرتے ہوئے بینک دولت پاکستان کے شعبہ اسلامی بینکاری کی نگرانی کے لیے ایک شریعہ بورڈ تشکیل دیا گیا جس کے پہلے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحومؒ تھے جو تاحیات اس بورڈ کے چیئرمین رہے۔(63) اس شریعہ بورڈ کی تاحال تفصیل حسبِ ذیل ہے(64):

Term	Chairman (Shariah Scholar)	Shariah Scholar(s)	Accountant	Lawyer	Expert in Economics or Banking & Finance	Ex-Officio member/ Secretary
1st (2004 –05)	Dr. Mahmood Ahmad Ghazi	Dr. Imran Usmani	Mr. Ebrahim Sidat	Syed Riaz-ul-Hasan		Mr. Pervez Said

(61) محمد اصغر شہزاد، عبدالحمید، ’ سودی بنکوں کی اسلامی شاخوں کا ایک تجزیاتی مطالعہ‘، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، اسلامک ریسرچ سینٹر، بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، جلد ۱۹، شمارہ ۲، https://ssrn.com/abstract=2876234

(62) PLD 2000 SC 225.

(63) حافظ حبیب الرحمٰن، محمد اصغر شہزاد، ’ **اسلامی بینکاری و مالیات کی ترویج: پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی خدمات کا جائزہ**‘، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، اسلامک ریسرچ سینٹر، بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، جلد ۲۰، شمارہ ۲، (دسمبر ۲۰۱۹)۔ https://ssrn.com/abstract=2876234

(64) SBP, 'Shariah Advisory Committee', Islamic Banking Department, State Bank of Pakistan, Karachi, retrieved on 7th February 2020, at 02:13 am on http://www.sbp.org.pk/IB/shariah.asp.

				Gilani		
2nd (2006 –07)	Dr. Mahmood Ahmad Ghazi	Dr. Imran Usmani	Mr. Ebrahim Sidat	Syed Riaz-ul-Hasan Gilani		Mr. Pervez Said
3rd (2008 –09)	Dr. Mahmood Ahmad Ghazi	Dr. Imran Usmani	Mr. Ebrahim Sidat	Syed Riaz-ul-Hasan Gilani		Mr. Pervez Said
4th (2010 –11)	Dr. Mahmood Ahmad Ghazi/ Dr. Fida Muhammad Khan	Dr. Imran Usmani	Mr. Ebrahim Sidat	Syed Riaz-ul-Hasan Gilani		Mr. Pervez Said / Mr. Saleem Ullah
5th (2012-2013)	Dr. Fida Muhammad Khan	i) Mufti Muhammad Zubair Usmani (ii) Dr. Muhammad Qaseem	Mr. Ebrahim Sidat	Justice Khalil-ur-Rehman Khan		Mr. Saleem Ullah
6th (2014-2017)	Justice (R) Mufti Muhammad Taqi Usmani	i) Mufti Muhammad Zubair Usmani (ii) Dr. Muhammad Qaseem	Mr. Ebrahim Sidat	Justice Khalil-ur-Rehman Khan		Mr. Saleem Ullah/ Mr. Yavar Moini / Mr. Ghulam Muhammad
7th (2018-D)	Mufti Irshad Ahmad Aijaz	Dr. Noor Ahmed Shahtaz	Syed Najmul Hussain	Justice (R) Syed Jamshed Ali	Mr. Mansur-Ur-Rehman Khan	Syed Samar Hasnain/ Mr. Ghulam Muhammad

بینک دولت پاکستان اس شریعہ بورڈ کی راہنمائی میں گاہے بگاہے ہدایات جاری کرتا رہتا ہے، تاکہ اسلامی بینکوں کی مصنوعات اور خدمات شرعی اصولوں کی روشنی میں بنائی اور چلائی جا سکیں۔ اس سلسلے میں بینک دولت پاکستان نے یکم جون ۲۰۰۴ء کو IBD Circular Letter No. 1 کے ذریعے ضروری اسالیبِ تمویل اور معاہدات کے نمونے متعارف کروائے Essentials and Model Agreements for Islamic Modes of Financing۔ ان کا مقصد اسلامی بینکوں کی مصنوعات اور خدمات میں یکسانیت پیدا کرنا تھا۔ اس کے علاوہ شریعہ بورڈ کی تقرری اور ان کی اہلیت کے حوالے سے بھی راہنمائی کی گئی [65]۔ اسی نوع کی ہدایات میں ۲۵ مارچ ۲۰۰۸ء کو IBD Circular No. 02 کے ذریعے مروجہ اسلامی

(65) محمد اصغر شہزاد، حبیب الرحمٰن، 'اسلامی بنکوں میں شریعہ ایڈوائزری: ایک تجزیاتی مطالعہ'، فکر و نظر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد ۵۴، شمارہ ۴، (۲۰۱۷ء) https://ssrn.com/abstract=2891044

بینکوں میں شرعی اصولوں کی پیروی کے حوالے سے ہدایات اور رہنمائی دی گئی جس کے مطابق بنکوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایک شریعہ مشیر تعینات کریں، بینکوں میں شریعہ آڈٹ کا اہتمام کریں[66] علاوہ ازیں بینکوں کی راہنمائی کے لیے اسالیبِ تمویل بھی ذکر کیے گئے۔[67] بعدازاں ۲۰۱۴ء میں ایک جامع شریعہ گورننس فریم ورک جاری کیا گیا جس میں نہ صرف شریعہ بورڈ بلکہ بورڈ آف ڈائریکٹرز اور اعلیٰ انتظامیہ کی ذمہ داریوں کا بھی تعین کیا گیا۔ اس شریعہ گورننس میں یہ بھی وضاحت کی گئی کہ اسلامی بینک اندرونی شریعہ آڈٹ کے ساتھ ساتھ بیرونی شریعہ آڈٹ کا بھی اہتمام کریں گے[68] تاکہ اس بات کی یقین دہانی کی جاسکے کہ اسلامی بینکوں میں شرعی احکام کی پیروی کما حقہ کی جارہی ہے یا نہیں۔ اس حوالے سے مزید وضاحت ۲۰۱۸ء کے شریعہ گورننس فریم ورک میں کی گئی۔ اس کے علاوہ ضرورت کے پیش نظر بینک دولت پاکستان اکاونٹنگ اور آڈٹنگ آرگنائزیشن برائے اسلامی مالی ادارے کے شرعی معیارات کو بھی اختیار کرتا ہے۔ یکم مارچ ۲۰۱۹ء کو سرکلر ا برائے ۲۰۱۹ء کے تحت اکاونٹنگ اور آڈٹنگ آرگنائزیشن برائے اسلامی مالی ادارے کے متعدد شرعی معیارات کو اختیار کیا گیا۔ ان کے علاوہ حال ہی میں بینک دولت پاکستان نے اسلامی بینکوں کے عملے، شریعہ بورڈ، اور اعلیٰ انتظامہ کے لیے تربیتی پروگرام کے انعقاد کے حوالے سے بھی سرکلر جاری کررکھا ہے۔ جس کے ذریعے اسلامی بینکوں کے عملے کی استعداد کار میں اضافہ ہوگا۔

***

(66) Shahzad, Muhammad Asghar and Saeed, Syed Kashif and Ehsan, Asim, **"Sharī'ah Audit and Supervision in Sharī'ah Governance Framework: Exploratory Study of Islamic Banks in Pakistan",** Business & Economic Review, IM Sciences, Peshawar, Volume 9, Issue 1, (2017) pages 103-118. https://ssrn.com/abstract=2876051.

(67) SBP, '**Instructions and Guidelines for Shariah Compliance in Islamic Banking Institutions',** Islamic Banking Department, State Bank of Pakistan, Karachi, IBD Circular No. 02, March 25th 2008, retrieved on 7th February 2020 at 03:30 am. http://www.sbp.org.pk/ibd/2008/C2.htm.

(68) Shahzad, Muhammad Asghar and Khan, Raees, '**External Sharī'ah Auditors in Islamic Banking and Finance Industry: Challenges of Qualification and Professional Competency'**, The Pakistan Accountant, The Institute of Chartered Accountants of Pakistan, July - September 2019, pp 49-51. Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=3478878.